لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحیذ الاذہان

یعنے

اردو رسالہ

ریویو آف ریلیجنز

قادیان سے ہر انگریزی ماہ کی
پانچ تاریخ کو شائع ہوتا ہے

نمبر ۹ — ۵۔ ستمبر ۱۹۳۷ء — ایڈیٹر قاضی محمد ظہور الدین اکمل — ۲۸۔ جمادی الثانیہ ۱۳۵۶ھ — جلد ۳۶

فہرست مضامین

عذاب دوزخ لا انتہا نہیں ۲۴۵ – ۲۸۵

(شفاعۃ ارحم الرّاحمین لجمیع الکفّار والمشرکین۔)

از

مولانا ابو بکر ایّوب سماٹرا مولوی فاضل جامعہ قادیان

اندرون ہند سے تین روپیہ سالانہ — مستحق طلباء اور غیر احمدیوں سے ۲/۸ — بیرون ہند سے تین روپیہ آٹھ آنے

۴۸۵۲ منکہ حسین بی بی زوجہ مستری نور احمد قوم ترکھان پیشہ معماری عمر ۳۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۲۲ء ساکن قادیان محلہ دار الرحمت
بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۴ ۱۱/۳۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری اسوقت کوئی جائیداد زیور وغیرہ
سوائے حق مہر مبلغ تین سو روپیہ نہیں۔ وہ بھی مجھ کو ابھی تک دیا نہیں گیا۔ وہ میرے خاوند مستری نور احمد صاحب کے ذمہ
ہے۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتی ہوں۔ نیز یہ کہ اگر میرے مرنے کے بعد میری کوئی جائیداد
منقولہ یا غیر منقولہ ثابت ہو۔ تو اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان مالک ہوگی۔ لہذا یہ چند حروف بطور وصیت
نامہ تحریر کر دیئے کہ سند رہے :: العبد حسین بی بی زوجہ مستری نور احمد قادیان محلہ دار الرحمت۔ گواہ شد نور احمد خاوند موصیہ۔
گواہ شد نور محمد کلرک نظارت بیت المال بقلم خود ::

۴۸۵۷ منکہ اقبال بیگم زوجہ محمد ابراہیم خاں صاحب قوم افغان تاریخ بیعت ۳۰ ۱۲/۳۲ عمر ۲۲ سال کپورتھلہ بقائمی ہوش و حواس
بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۷ ۷/۳۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے مہر مبلغ ۵۰۰ روپیہ ہے میں اسکے ۱/۱۰
حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز میرے مرنے پر اس کے علاوہ کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اسکے بھی
۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی :: العبد اقبال بیگم۔ گواہ شد ابراہیم خاں کلرک رندھیر کالج کپورتھلہ
گواہ شد عبد المجید خاں ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کپورتھلہ۔

۴۸۵۶ منکہ اللہ جوائی بیوہ محمد قاسم قوم دڑائچ جٹ پیشہ زمینداری عمر ۵۵ سال تاریخ بیعت ۱۹۳۴ء ساکن پٹیالہ
ڈاکخانہ باگڑیانوالہ ضلع گجرات بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۸ ۷/۳۴ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ اسوقت
میری منقولہ جائیداد کوئی نہیں۔ البتہ چھ کنال زمین ہے۔ جسکی موجودہ قیمت ۱۲۰ روپے ہے۔ میں اس جائیداد کی وصیت بحق
صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ اور ۱/۱۰ حصہ وصیت کرتی ہوں۔ جو مبلغ بارہ ۱۲ روپے حصہ وصیت اور چار روپے شرط اول و املان
وصیت نقد داخل خزانہ کرتی ہوں۔ اگر میرے مرنے کے بعد کوئی اور جائیداد ثابت ہو تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی
نیز جو کچھ مجھے زمین کی پیداوار فصل وار ہوا کریگی۔ اس کا ۱/۱۰ حصہ ہر فصل پر ادا کرتی رہونگی :: العبد نشان انگوٹھا اللہ جوائی گواہ شد
اسد اللہ بقلم خود کارکن صدر انجمن احمدیہ قادیان۔ گواہ شد خدا بخش مہاجر دکاندار قادیان موصی ۳۲۷۳ ::

۴۸۵۹ منکہ ربیعہ خانم بنت قطب الدین مرحوم عمر ۲۱ سال پیدائشی احمدی ساکن قادیان دار البرکات ضلع گورداسپور بقائمی
ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۶ ۷/۳۷ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد اسوقت کوئی نہیں ہیں اسوقت پندرہ روپے
ماہوار کی نصرت گرلز سکول میں ملازم ہوں۔ لہذا آج ۶ جولائی ۱۹۳۷ء کو اپنی اس آمدنی کے ۱/۱۰ حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ وصیت
کرتی ہوں۔ اور یہ بھی اقرار کرتی ہوں۔ کہ اگر میرے مرنے کے بعد میری کوئی جائیداد ثابت ہو تو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی بھی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی
اور آمدنی گھٹنے یا بڑھنے پر میری یہ وصیت جاری رہیگی :: العبد ربیعہ خانم بقلم خود۔ گواہ شد فضل حق برادر موصیہ۔
گواہ شد محبوب عالم خالد بی۔ اے آنرز منیجر نصرت گرلز سکول قادیان ::

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

عذاب دوزخ لا انتہا نہیں

تمہید

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے متعدد الہامات اور آپؑ کے بے شمار وحیوں میں سے ایک وحی آپؑ کو یہ بھی ہوئی تھی۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ، یعنی ہم نے تجھے تمام دُنیا پر رحمت کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ بے شک اس قسم کی وحی آپؑ سے قبل آنحضرت مصطفٰے صلعم کو بھی ہوئی تھی۔ مگر چونکہ آپؑ کے تمام جہانوں کے لئے رحمت ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہے اس لئے میں اس بات کو اس موقع پر نہیں لیتا۔ بلکہ صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے رحمۃ للعالمین ہونے کے اثبات پر اکتفا کروں گا ؛

آپؑ کا تمام دُنیا کے لئے رحمت ہونا ایک ایسا عظیم الشان مضمون ہے کہ اگر ہمارے سلسلہ کے قابل مصنفین اور ہماری جماعت کے فاضل محرّرین شرح و بسط کے ساتھ اس پر تحریر کرنا چاہیں تو کئی جلد کی ضخیم کتابیں تیار ہو سکتی ہیں۔ لیکن چونکہ میں نہ تو گروہ اوّل میں شامل ہوں اور نہ ہی فریق ثانی میں داخل، اس لئے مجھے جرأت نہیں کہ اس عظیم الشان مضمون اور جلیل القدر موضوع کے تحریر کرنے کے لئے قلم اُٹھاؤں۔ مگر بمطابق، مَا لَا یُدْرَكُ كُلُّهٗ لَا یُتْرَكُ كُلُّهٗ۔ کے اس واسع الذیل مضمون کے بعض پہلوؤں کو البتہ لینے کی کوشش کرونگا۔ وما توفیقی الّا باللّٰہ العلی العظیم ؛

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا رحمۃ للعالمین ہونا کئی لحاظ اور کئی وجوہ سے ثابت کیا جا سکتا ہے۔ مگر جیسا کہ عرض کر چکا ہوں کہ یہ مضمون نہایت واسع ہے اس لئے میں صرف دو طریقوں

سے آپؐ کا رحمۃ للعالمین ہونا ثابت کروں گا۔ اور ان دو طریقوں میں سے بھی صرف ایک طریق پر زور دونگا۔ اور وہ اس طرح ہے کہ پہلے ہم دنیا کے تمام باشندوں کو دو گروہوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ اوّل مومنین اور صالحین کا گروہ، دوم کافرین اور مشرکین کا گروہ۔ اور دونو گروہوں کے لئے آپ یقیناً بڑی عظیم الشان رحمت تھے اور ہیں۔ آپؐ کے تمام مومنین اور مسلمین کے لئے رحمۃ ہونے کے بارہ میں اتنا عرض کر دینا کافی سمجھتا ہوں کہ آپ سے قبل ننانوے ۹۹ فیصدی کے مسلمانوں کا عقیدہ تھا کہ وحی و نبوت جیسی بڑی نعمت کا دروازہ آنحضرت صلعم کے زمانہ سے لیکر تا قیامت کبریٰ بالکل بند ہو چکا ہے۔ اس نعمت عظمیٰ کے بند کرنے میں علماء مشرق و مشائخ مغرب نے ایسا اتفاق اور اتحاد کیا ہے کہ ارتداد اور کفر کے انسداد کے لئے اس کے سواں حصہ بھی انہوں نے کبھی اتفاق پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی۔ گویا تمام مسلمانوں کا قریباً اجماع ہو چکا تھا کہ جس نعمت سے بنی اسرائیل کی بعض عورتیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے غریب غریب حواری بھی حصّہ وافر رکھتے تھے اس سے یہ اُمّت محمدیہ بالکل محروم اور بے نصیب ہو گئی ہے۔ اور جتنے مقامات اور جس قدر درجات خدا تعالیٰ نے منعم علیہم گروہ کے لئے مقرر کئے تھے ان میں سے یہ اُمّت صرف صلاحیت، شہادت اور صدیقیت تک پہنچ سکتی ہے۔ اور صدیقیت سے آگے گذرنے کے لئے گویا اس اُمّت مرحومہ کی ٹانگیں کٹ گئی ہیں۔ لیکن جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام خدا تعالیٰ کے حکم اور فرمان سے اس پُر ظلمت و ضلالت زمانہ میں بر وقت تشریف لائے تو آپؐ نے دلائل بیّنہ اور براہین قاطعہ سے ثابت کر دیا ہے کہ جن جن نعمات الٰہیّہ اور برکات سماویہ سے پہلے لوگ محظوظ تھے ان سے بڑھ چڑھ کر یہ خیر الامم مشرف ہے۔ بالقوۃ ہی نہیں بلکہ آپؐ نے بالفعل ثابت کر دیا ہے کہ اس زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ اپنے پاک بندوں سے اسی طرح کلام کرتا ہے جس طرح کہ پہلے کرتا تھا۔ اور اپنے جمال و جلال کے اظہار کے لئے اس طرح اپنا نبی و رسول مبعوث فرماتا ہے جس طرح کہ اس سے قبل مبعوث کیا کرتا تھا۔ اور اس دعویٰ کو صرف اپنے گھر والوں اور پڑوسیوں تک محدود نہیں رکھا بلکہ دنیا کے کناروں تک اس دعویٰ کو ببانگ بلند پہنچایا۔ کیا عرب اور کیا عجم۔ کیا یورپ اور کیا پچھم غرض ہر متنفس تک آپؐ کا دعویٰ پہنچایا گیا اور پہنچایا جارہا ہے۔ اور صرف پہنچایا ہی نہیں گیا بلکہ ہر قوم و ملت اور ہر ملک و سلطنت میں آپؐ کے دعویٰ کو قبولیت عام حاصل ہے۔ گویا جس نعمت کے دروازہ کو لوگوں نے اپنی ناواقفی اور نادانی سے بند سمجھ لیا تھا آپؐ نے آکر اس کو کھول دیا، اور یہ آپؐ کا بے نظیر احسان ہے تمام مسلمانوں اور صلحاء پر جس سے آپؐ کا ان کے لئے رحمۃ ہونا ثابت ہوتا ہے ؛

اب میں یہ ثابت کرونگا کہ آپ مسلمانوں اور مومنوں کے لئے ہی رحمۃ نہیں ہیں۔ بلکہ تمام کافروں اور مشرکوں کے لئے بھی آپ ایک مجسم رحمۃ و نعمت ہیں۔ اور اس اجمال کی تفصیل یوں ہے :-

کہ آپ سے قبل جتنے اصحاب مذاہب و ارباب ملل تھے خواہ ہندو ہوں خواہ آریہ۔ خواہ یہودی ہوں خواہ نصاریٰ۔ خواہ سُنّیوں کے پیر و مرشد ہوں خواہ شیعوں کے مُلّا۔ غرض قریباً تمام کا اس بات پر اتفاق اور اتحاد تھا اور ہے کہ کافر اور مشرک لوگ ہمیشہ ہمیش غیر متناہی زمانہ اور غیر منقطع عذاب جہنّم میں ڈالے جائینگے۔ نہ ان کو کہیں سے مدد پہنچے گی اور نہ انہیں کسی سے شفاعت کی امید ہوگی۔ مگر ہزار درود و سلام ہو اس وجود باوجود پر جنہوں نے دنیا میں آکر نہ صرف نبوّت کے دروازہ کو دلائل بینہ سے کھولا ہے تاکہ آنحضرت ص م کے اکمل تابعین اس میں داخل ہوسکیں بلکہ دوزخ اور جہنّم کے دروازہ کو بھی براہین قاطعہ سے کھول دیا ہے تاکہ تمام دوزخی جن کو تنگ ظرف اور کوتاہ نظر علماء نے مایوس و ناامید کر دیا ہے اس عذاب الیم سے نکل کر محض خدا کے فضل اور رحم سے خدا کے آغوش رحمت میں بیٹھ سکیں ؂

گو ہمارے امام و آقا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اس معرکۃ الآراء مسئلہ کو ایسے شرح و بسط کے ساتھ بیان نہیں فرمایا جیساکہ وفات مسیح اور اجراء وحی و نبوّت کے مسائل کو نہایت وضاحت اور صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔ لیکن آپ نے ہمارے لئے ایک ایسی کنجی چھوڑی ہے کہ جس کو ہاتھ میں لیکر آپ کا ادنیٰ سے ادنیٰ غلام بھی قرآن شریف اور حدیث نبوی کے میگزین کو کھول کر ایسے ایسے ہتھیار دلائل کے مہیّا کرسکتا ہے کہ جن کے سامنے مخالفین کے بڑے بڑے علماء و فضلاء بھی ٹھیر نہیں سکتے۔ آپ نے بھی خود خدا کی قسم کھاکر فرمایا ہے :-

”وَاللّٰہِ یَکْفِیْ مِنْ کُمَاۃِ نِضَالِنَا ؂ جَلَدٌ مِّنَ الْفِتْیَانِ لِلْاَعْدَاءِ“

یعنی اللہ کی قسم ہمارے بہادروں میں سے دشمنوں کے مقابلہ کے لئے نوجوانوں میں ایک جوان مرد کافی ہے، میرے ناچیز وجود کا ہر ایک ذرہ بھی گواہی دیتا ہے کہ صَدَقَ اللّٰہُ وَمَسِیْحُہٗ عَلَیْہِ اَلْفُ اَلْفِ سَلَامٍ

اب میں اصل مضمون کو شروع کر کے قرآن کریم۔ حدیث شریف۔ صحابہ کرام کے اقوال۔ بعض تابعین کی باتوں اور سب سے آخر حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے کتب سے ثابت کرونگا کہ کافرین اور مشرکین لوگوں کو بھی کامل سزا اور پورے عذاب پانے کے بعد جہنّم کی آگ سے آخرکار خدا کے فضل و رحم کے ساتھ نکل کر جنّتِ نعیم میں جگہ ملے گی۔ اور ان دلائل کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل بھی دیتا جاؤنگا ؂

-:اس بات کے زبردست دلائل کہ سب دوزخی آخرکار دوزخ سے نکالے جائینگے:-

پہلی دلیل از قرآن کریم

قرآن مجید کی متعدد آیتوں سے بالصراحت ثابت ہے کہ برائی اور گناہ کی سزا اس کی مانند ہوگی، لیکن نیکی و بھلائی کا بدلہ اس سے بڑھ چڑھ کر ہوگا۔ اور وہ آیتیں بتمامہا۔ از قسم محکمات ہیں نہ کہ از نوع متشابہات۔ ان محکمات آیتوں میں سے چند آیتیں درج ذیل ہیں:-

(۱) مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ (انعام ع ۲۰) ترجمہ۔ جو کوئی نیکی کرتا ہے تو اس کے لئے دس مثل ہیں اس کی، اور جو کوئی بدی کرتا ہے تو اس کو سزا نہیں دی جائیگی۔ مگر اسکی مثل، اور ان پر کسی قسم کا ظلم نہیں کیا جائیگا ؛

(۲) مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (المؤمن ع ۵) ترجمہ:- جو برائی کرتا ہے سو اس کو سزا نہیں ملیگی مگر اس کی مانند اور جو نیکی کرتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت تو یہ لوگ جنت میں داخل ہونگے، اس میں ان کو بے حساب رزق دیئے جائینگے ؛

(۳) مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (القصص ع ۹) ترجمہ۔ جو نیکی کرتا ہے اس کے لئے اس سے بہتر بدلہ ہوگا اور جو بدی کرتا ہے تو ان لوگوں کو سزا نہیں دی جائیگی مگر اسقدر جتنا کہ وہ پہلے کرتے تھے ؛

(۴) لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَاءُ سَيِّئَةٍ بِمِثْلِهَا وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ۔ (یونس ع ۳) ترجمہ۔ ان کے لئے جو نیکی کرتے ہیں نیک بدلہ ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ہوگا۔ اور ان کے چہروں پر نہ سیاہ غبار چھا جائیگا اور نہ ذلت، یہ لوگ جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور جو بدیاں کرتے ہیں تو بدی کا بدلہ اسکی مثل ہے اور ان پر ذلت چھا جائیگی

(۵) اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۔ (المؤمن ع ۲) ترجمہ۔ آج ہر نفس کو وہی بدلہ دیا جائیگا جو اس نے کمایا۔ آج کسی قسم کا ظلم نہیں ہوگا۔ یقیناً اللہ جلد حساب لینے والا ہے ؛

(۶) وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ۔ (الجاثیۃ ع ۳) ترجمہ۔ اور تاکہ ہر جان کو اس کے مطابق بدلہ دیا جائے جو اس نے کمایا ہے ؛

(۷) وَالَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ هَلْ یُجْزَوْنَ اِلَّا مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۔ (اعراف ع ۱۷) ترجمہ۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں اور آخرت کے ملاقات کو جھٹلایا ان کے عمل حبط ہوئے۔ ان کو کوئی بدلہ نہ ملے گا مگر اتنا جتنا کہ وہ عمل کرتے تھے ؛

(۸) اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ (الطور ع ۱) ترجمہ۔ تم کو صرف اس کا بدلہ دیا جاتا ہے جو تم کرتے تھے ؛

(۹) قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُکُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا۔ (الاسراء ع ۷) ترجمہ۔ فرمایا چلا جا، پس جو شخص ان میں سے تیری پیروی کریگا تو جہنّم تمھاری سزا ہوگی یعنی پوری سزا ؛

(۱۰) لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا، اِلَّا حَمِیْمًا وَّغَسَّاقًا، جَزَآءً وِّفَاقًا۔ (النباء ع ۱) ترجمہ۔ نہ وہ اس میں آرام پائینگے اور نہ پینے کی چیز چکھیں گے، صرف ابلتا پانی اور بدبودار چیز کو (پائینگے)، یہ ایسا بدلہ ہوگا جو کہ اعمال کے مطابق ہوگا ؛

مذکورہ بالا دس آیتوں سے صاف ثابت ہے کہ بدی کا بدلہ اس کی مانند و مثل ہوگا۔ اگر ذرا سا اس سے زائد ہُوا تو یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے گویا ایک قسم کا ظلم ہوگا۔ (تعالیٰ اللہ عن ذٰلك علوًّا کبیرًا) ہاں نیکی اور اچھے عمل کا بدلہ یقیناً اس سے بڑھ چڑھ کر ہوگا۔ پس ثابت ہُوا کہ کسی کافر یا مشرک کو خواہ ان کے گناہ زمین و آسمان ہی پُر کیوں نہ ہوں غیر محدود اور غیر منقطع سزا ہرگز ہرگز نہیں دی جا سکتی، کیونکہ کفّار اور مشرکوں کے گناہ تو بہرحال محدود ہیں اور محدود بدیوں کی سزا غیر محدود نہیں ہو سکتی ؛

دوسری دلیل

سزا یا عذاب دینے کے چار ہی اغراض ہو سکتے ہیں:۔ اوّل کسی کو بدی سے باز لانا، جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔ وَلَنُذِیْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰی دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَکْبَرِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ۔ (السجدة ع ۲) ترجمہ۔ ضرور ہم ان کو بڑے عذاب سے قبل ادنیٰ عذاب چکھائینگے تاکہ وہ رجوع کریں۔ دوئم سرکشوں اور متکبّروں کے دلوں میں عاجزی اور تضرع پیدا کرنا، چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَتَضَرَّعُوْنَ (انعام ع ۵) ترجمہ۔ پس ہم نے ان کو غربت اور دکھ میں مبتلا کر دیا تاکہ وہ عاجزی اختیار کریں۔ اور فرمایا۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ یَضَّرَّعُوْنَ (اعراف ع ۱۲) ترجمہ۔ اور ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا مگر اسکے باشندوں کو فقر اور دکھ میں پکڑا تاکہ وہ عاجزی کریں۔ سوئم کسی کو سزا دینے سے یہ غرض ہوئی ہے کہ دوسرے اس سے عبرت حاصل کریں، جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَجَعَلْنٰهَا نَکَالًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِیْنَ۔ (بقرة ع ۸) ترجمہ۔ پس ہم نے

اس واقعہ کو عبرت بنایا ان کے لئے جو انکے سامنے تھے اور جو انکے پیچھے ہیں۔ اور نصیحت ہے متقیوں کے لئے۔ دوسرے مقام پر خدا تعالیٰ یوں فرماتا ہے۔ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِی الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ۔ (انفال ع) ترجمہ۔ پس اگر تو ان لوگوں کو (جو بار بار عہد شکنی کرتے ہیں) جنگ میں پائے تو ان (کو عبرت ناک سزا دینے) سے ان کو منتشر کردے جو انکے پیچھے ہیں، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ چہارم کسی مجرم کو سزا دینے سے نہ تو رجوع کرانا مقصود ہوتا ہے، نہ اس کے دل میں تضرع اور عاجزی پیدا کرنا منظور ہوتا ہے اور نہ ہی کسی دوسرے شخص کو اس سے عبرت حاصل کرانا مطلوب ہوتا ہے بلکہ محض اور صرف سزا دینے والے کے دل کو ٹھنڈا کرنا مقصود ہوتا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ۔ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ۔ (التوبۃ ع۲) ترجمہ۔ ان بدعہدوں سے جنگ کرو۔ اللہ تعالیٰ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب دیگا اور ان کو ذلیل کریگا اور انکے مقابلہ میں تمہاری نصرت کریگا۔ اور مومن لوگوں کے سینوں کو اس سے ٹھنڈا کریگا اور ان کے مقابلہ میں تمہاری نصرت کریگا۔ اور مومن لوگوں کے سینوں کو اس سے ٹھنڈا کریگا اور ان کے دلوں کے غصہ کو دور کریگا ÷

اب ہمیں غور کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کافروں اور مشرکوں کو ان چار صورتوں میں سے کس غرض اور کس حکمت کی بنا پر عذاب دیگا۔ آخری صورت کی بنا پر تو ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ خدا تعالیٰ تیرھویں صدی کا مولوی یا مُلّا تو ہے نہیں جس کے سینہ میں غیظ و غضب کی آگ بھڑک رہی ہو یا جس کے قلب میں حسد اور بغض کی وجہ سے خون جوش مار رہا ہو۔ بلکہ وہ ایک غیر مجسم حلیم ہے اور غیر محدود رحیم و کریم بھی ہے۔ تیسری صورت کی بناء پر عذاب دیگا۔ تو یہ بھی ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ جہنم میں کسی کا کسی سے عبرت حاصل کرنا تو الگ رہا کسی کو اتنی بھی طاقت نہ ہو گی کہ اپنے بہتے ہوئے ناک کو صاف کرے یا اپنے گرے ہوئے تہ بند کو درست کرلے۔ اس وقت کا نظارہ تو وہ ہے جو کہ خدا تعالیٰ خود بیان کرتا ہے۔ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ۔ (عبس آیت ۳۴-۳۷) یعنی جس دن انسان اپنے بھائی سے اپنی ماں سے اپنے باپ سے اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے بھاگیگا۔ ہر ایک کے لئے ان میں سے ایک کام ہوگا جو اسے کافی ہو گا۔ اور علاوہ ازیں عبرت کیسی ہو گی جبکہ بقول ان کے کسی نے وہاں سے نکلنا ہی نہیں اور نہ نکلنے کی امید ہے۔ اور اب صرف پہلی اور دوسری صورتیں باقی ہیں یعنی خدا تعالیٰ محض اس بناء اور اس حکمت پر کافروں اور مشرکوں کو عذاب جہنم میں ڈالیگا تا وہ اپنے پہلے کفر و شرک سے رجوع کرکے

مومن اور موحّد بنیں۔ اور تاکہ وہ بڑے بڑے سرکش اور متکبّر جو اعداء انبیاء و رسل ہیں جہنّم میں ایک لمبے عرصہ تک رہکر عاجزی اور تضرع اختیار کریں۔ جب ان کے دلوں میں ایمان و توحید اور عجز و انکساری پیدا ہو جائیگی تو لازماً خدا تعالیٰ ان کو وہاں سے محض اپنے رحم و کرم سے نکال دیگا۔ کیونکہ یہ بعید از عقل بات ہے کہ جن اجسام کے قلوب میں سچّا ایمان خالص توحید اور کامل عاجزی پیدا ہو گئی ہو پھر بھی ان اجسام کو ہمیشہ کے لئے جہنّم کا ایندھن بنایا جائے۔ اگر ان دونو صورتوں اور غرضوں کو خدا کے عذاب دینے کے لئے تسلیم نہ کیا جائے تو مجبوراً قبول کرنا پڑیگا کہ خدا تعالیٰ بغیر کسی حکمت اور بغیر کسی غرض یونہی کافروں اور مشرکوں کو عذاب دیگا۔ اور یہ ایسا خیال اور ایسا عقیدہ ہے جو کہ حیات مسیح ناصری ؑ سے زیادہ خام اور انسداد باب الوحی والنبوۃ سے بھی زیادہ بودہ ہے۔ پس ہر مومن کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ آخر کار سب کو خواہ کافر ہوں خواہ مشرک جہنّم سے نکلنا ہوگا۔ تاکہ خدا کے حکیم بلکہ احکم الحاکمین ہونے میں کسی کو شکوہ و شبہ نہ رہے ؞

تیسری دلیل

قرآن مجید کی متعدد آیتوں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ شکر اور ایمان سے خدا کا عذاب بند ہو جاتا ہے، چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ (النساء ع ۲۱) ترجمہ۔ تمہیں عذاب دیکر خدا کیا کریگا۔ اگر تم شکر کرو اور ایمان لاؤ۔ سچّے ایمان سے ہی نہیں بلکہ زبانی رجوع اور ظاہری توبہ سے بھی خدا تعالیٰ عذاب کو ٹال دیتا ہے چنانچہ دوسری جگہ پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَقَالُوْا یٰاَیُّھَا السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّکَ بِمَا عَھِدَ عِنْدَکَ اِنَّنَا لَمُھْتَدُوْنَ۔ فَلَمَّا کَشَفْنَا عَنْھُمُ الْعَذَابَ اِذَا ھُمْ یَنْکُثُوْنَ۔ (الزخرف ع ۵) ترجمہ۔ اور انہوں نے (موسیٰ کو) کہا کہ اے جادوگر دعا کر ہمارے لئے اپنے ربّ سے۔ جیسا کہ اس نے تجھ سے وعدہ کیا ہے۔ ہم ضرور ہدایت پانے والے ہیں۔ سو جب ہم نے ان سے عذاب دُور کر دیا تو وہ عہد شکنی کرنے لگے ؞

ان دونو آیتوں سے صاف ثابت ہے کہ دنیاوی عذاب زبانی رجوع اور ظاہری توبہ سے بھی ٹل جایا کرتا ہے۔ اگر دنیاوی عذاب زبانی رجوع سے ٹل سکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ اخروی عذاب سچّی توبہ اور حقیقی رجوع سے ٹل نہ سکے۔ اُس وقت خدا کی ذات پاک میں کونسا تغیّر لاحق ہوگا کہ جس سے وہ نہ مشرکوں کے عذاب کو کم کر سکیگا اور نہ کافروں کو معاف کرنے کی طاقت رکھیگا۔ حالانکہ آخرت کے دن کافر لوگ ایسی عاجزی اور تضرع سے اپنی غلطی کا اعتراف کرینگے کہ نافرمان مسلمانوں میں سے شاید ہی کوئی ایسی عاجزی اور لاچاری کا اظہار کرتا ہو۔ چنانچہ ان کی عاجزی و انکساری کا بیان قرآن میں یوں مذکور ہے۔ وَلَوْ تَرٰی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاکِسُوْا رُءُوْسِھِمْ عِنْدَ رَبِّھِمْ رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوْقِنُوْنَ (السجدۃ ع ۲) ترجمہ۔ اور اگر تو دیکھے کہ جب مجرم لوگ اپنے ربّ کے پاس سر جھکائے ہوئے ہونگے (اور

کہیں گے) اے ہمارے ربّ ہم نے (تیری طاقت اور سلطنت کو) دیکھ لیا ہے اور (تیرے پُرجلال کلام کو بھی) سُن لیا ہے۔ پس ہمیں (مہربانی فرماکر دُنیا میں) لوٹا دے۔ تاکہ ہم نیک عمل کر سکیں۔ یقیناً ہم یقین کرنے والے ہیں"۔ ایسے پُردرد الفاظ اور اس قدر درد انگیز کلمات کے ہوتے ہوئے ناممکن ہے کہ خدا تعالےٰ کا رحم اور اس کا عفو جوش نہ مارے۔ ضرور اور بالضرور جوش ماریگا۔ اور ایسا جوش ماریگا کہ فوراً ان سخت مصیبت زدوں کو دوزخ سے نکالیگا۔ اس موقعہ پر دوزخیوں کے الفاظ بھی قابل غور ہیں۔ کہ اُسوقت وہ ایسے بھلے مانس اور باادب ہونگے کہ بجائے اسکے کہ اپنے تمام گناہوں کے لئے معافی مانگ کر بہشت میں داخل ہونے کی درخواست کریں، وہ صرف اتنی عرض کرتے ہیں کہ اے خدا ہمیں دُنیا میں واپس کردے تاکہ ہم نیک عمل کر سکیں۔ وہ اتنے سیدھے ہوگئے کہ جنّت کا نام تک نہیں لیتے۔ گویا اس وقت اُنکا لسان الحال صرف یہی گیت ہوگا "اِلٰهِیْ لَسْتُ لِلْفِرْدَوْسِ اَهْلاً ۔ وَلَا اَقْوٰی عَلَی النَّارِ الْجَحِیْمِ" یعنی اے خدا۔ مَیں تو اس بات کا اہل نہیں ہوں کہ جنّت الفردوس میں جاؤں۔ مگر یہ بھی طاقت نہیں رکھتا کہ ہمیشہ کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ میں رہوں ؛

ایک اعتراض :۔ بے شک کافر اور مشرک لوگ نہایت عاجزی اور تضرع سے اپنی غلطیوں کا اعتراف کرینگے مگر خدا تعالیٰ ان کو یوں مخاطب کریگا۔ وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۔ فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۔ اِنَّا نَسِيْنٰكُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔ (السجدہ ع۲) ترجمہ۔ لیکن میری طرف سے یہ بات مقرر ہوگئی ہے کہ مَیں یقیناً دوزخ کو بڑے بڑے لوگوں اور عام لوگوں سے سب سے بھردونگا۔ پس (عذاب کو) چکھو بوجہ اس کے کہ تم نے اس دن کی ملاقات کا خیال نہیں کیا۔ ہم بھی تمھارا خیال نہیں رکھتے۔ اور تم ہمیشہ کے عذاب کو چکھو بسبب اسکے جو تم عمل کرتے تھے۔ یعنی خدا تعالیٰ ان کو یہی جواب دیگا۔ کہ تم ہمیشہ کے لئے یہیں رہو اور نکلنے کا نام ہی نہ لو ؛

جواب :۔ مان لیا کہ ایک دفعہ نہیں بلکہ دس دفعہ خدا ان کو یہی جواب دیگا کہ تم یہیں رہو اور نکلنے کی امید ہی نہ رکھو۔ مگر انسان کی صحیح فطرۃ اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے ہرگز ہرگز تیار نہیں ہوگی۔ کہ غیر متناہی زمانہ اور غیر محدود مدّت تک خدا تعالیٰ ان کے رقت آمیز الفاظ اور درد انگیز کلمات کو رد کرتا رہے۔ وہ خدا جس نے انسان جیسے ضعیف البنیان کو وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ کا حکم دیا ہے اپنی ذی اقتدار ذات کے بارہ میں کیونکر گوارا کریگا کہ نہ تو وہ کفار کی فریاد کو سُنیگا اور نہ ہی مشرکوں کی آہ و بکا کی طرف التفات کریگا۔ کیا ایسا تنگ ظرف اور ایسا کم حوصلہ خدا کو حقیقی خدا اور کامل معبود

تسلیم کیا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں!!

حقیقی مسلمانوں کا خدا تو وہ خدا ہے کہ جس کے بارہ میں قرآن شریف کے ہر سورۃ کے شروع میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آیا ہے جملہ ۱۱۳ گویا ایک سو تیرہ دفعہ رحمٰن کا لفظ آیا ہے اور ایک سو تیرہ مرتبہ رحیم کا لفظ وارد ہے اور دونو لفظ کا مجموعہ ۲۲۶ بنتا ہے۔ پس جبتک قرآن کریم میں ۱۱۳ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم درج ہیں تب تک کافروں اور مشرکوں کو آخرکار جہنم سے نکل سکنے کی کامل امید اور پورا وثوق ہونا چاہیئے۔ باقی یہ بات کہ مذکورہ بالا آیت میں جو عَذَابَ الْخُلْدِ کا لفظ آیا ہے سو اس کے متعلق بعد میں مفصل اور مدلل بحث کرینگے ✣

چوتھی دلیل

قرآن مجید نے متعدد مقامات میں خدا تعالیٰ کو غفورٌ حلیمٌ قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر مندرجہ ذیل آیات پیش ہیں۔ (۱) وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (بقرۃ ع ۳۰) (۲) وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (المائدۃ ع ۱۴) (۳) وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ (بقرۃ ع ۳۶) (۴) وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ (الحج ع ۸)۔ اب سوال ہوتا ہے کہ آیا خدا تعالیٰ کا حلم اور اس کی بردباری صرف اس دنیا تک محدود ہوگی اور کیا آخرت کے دن اس کی یہ صفت غائب یا مفقود ہوگی یا کہ معطل اور بےکار ہوگی۔ دُنیا میں خدا تعالیٰ کا حلیم ہونا تو تمام کافروں اور مشرکوں نے بھی مشاہدہ کر لیا ہے۔ کہ ان کے لئے بھی ویسا سورج چڑھتا ہے جیسا کہ ماننے والوں پر چڑھتا ہے۔ اور دنیاوی نعمتوں سے ان کو اس طرح حصہ وافر ملتا ہے جیسا کہ نیک لوگوں کے لئے ہوتا ہے۔ بلکہ بسا اوقات بوجہ اسکے کہ انہوں نے اپنی زندگی کو اس دُنیا کے ساتھ وابستہ کیا ہُوا ہے ان کو دنیاوی آرام و آسائش زیادہ ملتا ہے۔ پس جبتک ہم خدا کے ازلی حلیم اور ابدی بردبار ہونے کے قائل ہیں اس وقت تک ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ جس طرح دنیاوی زندگی میں خدا تعالیٰ نے کافروں اور مشرکوں سے بُردباری سے کام لیا ہے اس طرح بلکہ اس سے بڑھ کر آخرت کے دن میں بھی ان کو سزا دینے کے بعد ان سے نہایت حلم کے ساتھ پیش آئیگا۔ یہ کیسی دور از قیاس بات ہے کہ اگر ہمارا ایک دوست ہر روز نہیں بلکہ صرف ہر ماہ ایک دفعہ ہم سے ناراض اور رنجیدہ ہُوا کرے تو ہم اس کو ہرگز حلیم اور بردبار نہیں کہہ سکتے۔ تو اس خدا کو جس نے ایک سو سال کے کفر یا فرض کر لو ایک ہزار سال کے شرک کی ایک غیر محدود اور غیر متناہی سزا دی ہو اس کو کیونکر ہم بردبار اور حلیم کہہ سکتے ہیں۔ پس خدا تعالیٰ کے کامل حلیم اور پورا بردبار ہونے کیلئے بھی ضروری ہے کہ ہم کفار اور مشرکوں کے جہنم سے خارج ہونے کے قائل ہو جاویں ✣

پانچویں دلیل

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (اعراف ع ۱۹) ترجمہ۔ اور میری رحمت ہر شَے پر حاوی ہے۔ کیا خدا تعالیٰ کی یہ صفت بھی صرف اسی دنیا میں

ظہور پذیر ہوگی یا ہمیشہ تک قائم رہیگی۔ اگر صرف اسی دُنیا تک محدود ہے تو خدا کی صفت ازلی ابدی نہ ہوئی۔ جو کہ بالبداہت باطل ہے۔ اور اگر کہو کہ آخرت تک جاری رہیگی، تو سوال ہے کہ کفار اور مشرکوں پر کس قسم کی رحمت ہوگی۔ آیا تخفیف عذاب کی صورت میں یا بالکل رہائی دینے کے رنگ میں۔ حالانکہ عام لوگ نہ تو تخفیف عذاب کے قائل ہیں اور نہ ہی بالکل نجات دینے کے معتقد ؛

پس اس آیت کی موجودگی میں لازماً تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ آخرکار کفار اور مشرکوں پر بھی آخرت کے دن خدا کی رحمت نازل ہوگی۔ اور وہ اس طرح ہوسکتی ہے کہ دوزخ کو ان لوگوں سے خالی کردیا جائے ؛

چھٹی دلیل خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاللّٰہُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ (یوسف ع) یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ وَھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ (یوسف ع) ان آیتوں سے ثابت ہے کہ ارحم الراحمین صرف خدا تعالیٰ ہی ہے۔ تو کیا خدا تعالیٰ کا ارحم الراحمین ہونا محض دُنیا کیلئے ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ہے تو لازماً ماننا پڑتا ہے کہ آخرت کے دن خدا تعالیٰ اگر زیادہ نہیں تو کم از کم اتنا ارحم راحمین ہوگا جتنا کہ دنیا میں ہے۔ اور یہ اس بنا پر ہوسکتا ہے جب کہ ہم یہ بھی تسلیم کریں کہ آخرت کے روز کفاروں اور مشرکوں پر بھی رحم کیا جائیگا۔ اور اس رحم کی صورت صرف ان کے دوزخ کی آگ سے نکالنے میں ہوگی ؛

ساتویں دلیل قرآن مجید سے ثابت ہے کہ انسانی پیدائش کی سب سے بڑی غرض خدا کی عبادت کرنا ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ (الذاریات ع) ترجمہ۔ اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔ اب ہم ہر وقت مشاہدہ کرتے ہیں کہ دُنیا میں جس جس نے خدا کی عبادت اختیار کی ہے اس پر خدا کے بڑے بڑے فضل اور رحم ہوئے ہیں۔ اب غور کا مقام ہے کہ جب وہ لوگ جنہوں نے دنیا وی زندگی میں خدا کی عبادت اور اطاعت سے روگردانی کی تھی آخرت میں جاکر اپنی کامل عبودیت کا اعتراف نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ خدا کے سامنے کرینگے تو کیا خدا تعالیٰ اس اقرار و اعتراف کی کچھ بھی قدر نہ کریگا؟ ضرور کریگا کیونکہ خدا تعالیٰ بہت قدردان ہے۔ وہ خود فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ۔ (الشوریٰ ع) قیامت کے دن یقیناً تمام لوگ خواہ نمرود جیسے متکبر ہو خواہ فرعون جیسے مغرور اور خواہ ابوجہل جیسے کافر ہو سارے کے سارے عبد بنکر خدا کے آگے آئینگے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنْ کُلُّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِی الرَّحْمٰنِ عَبْدًا۔ (مریم ع) ترجمہ۔ ہر ایک جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سوائے اس کے نہیں کہ وہ رحمٰن کے پاس بنکر جائیں گے

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آخرت کے دن انسان پرستوں کو بھی خدا کا عبد بن کر خدا کے آگے حاضر ہونا پڑیگا۔ پس جب کافر اور مشرک لوگ عاجز اور مسکین بندہ بن کر خدا کے سامنے آئینگے تو کیا خدا تعالےٰ ان سے رحمٰن اور رحیم آقا بن کر پیش نہ آئیگا؟؟؟ ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ ان لوگوں کے نزدیک۔ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا۔ (الزمر ع ۶) کا ظہور تام کب اور کس طرح ہوگا ؟

آٹھویں دلیل

قرآن شریف میں صاف لکھا ہے کہ دوزخی لوگ صرف صدیوں تک دوزخ میں رہیں گے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا لِلطَّاغِيْنَ مَاٰبًا لَابِثِيْنَ فِيْهَا اَحْقَابًا (انبیاء ع ۲) ترجمہ۔ یقیناً جہنم ایک گذرگاہ ہے، سرکشوں کے لئے ٹھکانا ہے۔ اس میں صدیوں تک رہیں گے۔ اَحْقَابٌ حُقُبٌ کی جمع ہے جس کے معنے ہیں:۔ ثَمَانُوْنَ سَنَةً اَوْ اَكْثَرُ، اَلدَّهْرُ۔ اَلسَّنَةُ اَوِ السِّنُوْنَ (المنجد صفحہ ۱۴۷) یعنی حُقُبٌ کے معنے ہیں:۔ اسّی سال یا اس سے زیادہ، ایک لمبا زمانہ، ایک سال یا کئی سال۔ پس لغت کی رو سے لَابِثِيْنَ فِيْهَا اَحْقَابًا کے یوں معنے ہوئے:۔ اس میں مدتوں تک، سالوں تک یا صدیوں تک رہیں گے یعنی ایک محدود زمانہ تک اس میں رہیں گے ؟

نویں دلیل

انسانوں کے لئے بھی خدا تعالیٰ یہی حکم دیتا ہے کہ دوسروں کو سزا دینے میں ہرگز زیادتی نہ کرو۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ۔ (بقرۃ ع ۲۴) ترجمہ۔ پس جو کوئی تم پر زیادتی کرے سو تم اس کو سزا دو اسی کے مطابق جو اس نے تم پر زیادتی کی ہے۔ نیز فرمایا۔ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ۔ (بقرۃ ع ۲۴) ترجمہ۔ اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں مگر زیادتی نہ کرو۔ یقیناً اللہ زیادتی کرنے والوں سے پیار نہیں کرتا۔ ایک اور مقام پر یوں فرماتا ہے۔ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّى الْقَتْلِ (اسراء ع ۴) ترجمہ۔ اور جو ظلم سے قتل کیا جائے تو ہم نے اس کے ولی کو اختیار دیا ہے۔ پس وہ قتل میں زیادتی نہ کرے ؟

ان آیتوں سے صاف معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ ہمیں سزا دینے میں زیادتی کرنے سے منع کرتا ہے اور اس قسم کی زیادتی سے سخت نفرت کرتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا جس کام کو خدا تعالیٰ نے دنیا میں بہت ناپسند کیا تھا اسی کام کو پھر آخرۃ کے دن کر بیٹھے گا۔ اور کافروں اور مشرکوں کو سزا دینے میں اتنی زیادتی اور اسراف کریگا کہ وہ ان کو موت دینے کے لئے تیار ہوگا اور نہ آرام سے زندہ رہنے کی اجازت دیگا

ایسی زیادتی خدائے رحمٰن و رحیم کی طرف ہرگز ہرگز منسوب نہیں ہو سکتی ؂

دسویں دلیل

قرآن شریف میں ایک ایسی آیت درج ہے کہ نہ تو دوزخیوں کو بالکل بے ڈر و بے خوف بنا دیتی ہے اور نہ ہی بالکل نا امید کر چھوڑتی ہے۔ اور وہ آیت یہ ہے :-

فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ۔ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ۔ (ھود ع ۹) ترجمہ پس وہ لوگ جو بد قسمت ہیں وہ آگ میں ہونگے۔ ان کے لئے اس میں چیخنا اور چلّانا ہوگا۔ اس میں رہینگے جبتک کہ آسمان اور زمین ہیں۔ سوائے اس کے جو تیرا ربّ چاہے۔ کیونکہ تیرا ربّ اپنے ارادہ کے مطابق کام کرتا ہے۔ سو مذکورہ بالا آیات میں دو طرح کے الفاظ رکھے ہیں۔ ایک تو خالدین فیہا کے الفاظ ہیں۔ تاکہ ان الفاظ کو پڑھ کر سرکش اور بد بخت لوگ خدا کے عذاب سے نڈر نہ ہو جائیں۔ دوئم الّا ما شاء ربّك فرماکر ان کو خدا کی رحمت سے نا امیدی اور مایوسی سے بچانا مقصود ہے۔ پھر آخر میں انّ ربك فعال لما یرید کہکر امید کے پلّہ کو ذرا بھاری کر دیا ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہر ایک انسان کیلئے آسانی پیدا کرنا ہے نہ کہ تنگی اور سختی کرنا چنانچہ ذاتِ باری تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ۔ (بقرۃ ع ۲۳) ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ تمھارے ساتھ آسانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے نہ کہ تنگی کرنے کا ؂

علاوہ ازیں جب ہم مذکورہ بالا آیت کو اسکے مابعد والی آیت کے ساتھ ملا کر پڑھیں تو اور واضح ہو جاتا ہے کہ آخر کار بد قسمتوں کو بھی دوزخ سے نکلنا نصیب ہوگا۔ چنانچہ اس آیت کے بعد خدا تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَأَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَفِي الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ۔ عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ (ھود ع ۹) ترجمہ۔ اور وہ لوگ جو خوش قسمت ہیں وہ جنّت میں داخل ہونگے ہمیشہ اس میں رہینگے۔ جبتک آسمان اور زمین ہیں سوائے اسکے جو تیرا ربّ چاہے۔ یہ بخشش ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگی۔ کیا ہی نمایاں فرق ہے کہ جنتیوں کے لئے عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ فرمایا ہے اور دوزخیوں کے بارہ میں کہیں بھی عَذَابًا غَيْرَ مَجْذُوذٍ نہیں آیا۔ اس سے صاف معلوم ہُوا کہ عذاب جہنّم کا انقطاع ہوگا مگر جنّت نعیم کا اختتام نہ ہوگا۔ ہاں یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جنّتیوں کیلئے جو إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ آیا ہے، سو یہ صرف یہ بتانے کو ہے کہ درحقیقت جنّتیوں کا جنّت میں ہمیشہ رہنا ان کے محض اپنے اعمال کے سبب سے نہ ہوگا۔ کیونکہ ان کے نیک اعمال بھی تو محدود ہیں، بلکہ محض خدا کے فضل اور مشیت سے ہوگا ؂

گیارھویں دلیل

دوزخ اور دوزخیوں کے درمیان جو نسبت اور تعلق ہے قرآن کریم نے کیا ہی لطیف اور پُر حکمت الفاظ میں بیان کیا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔
وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۔ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۔ نَارٌ حَامِيَةٌ (القارعۃ)
ترجمہ۔ اور وہ لوگ جن کے نیک عمل بد عمل سے کم ہیں ان کی ماں ہاویہ ہوگی۔ اور تجھے کیا خبر وہ کیا ہے۔ بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔ اب یہاں پر بجائے اسکے کہ دوزخ کی تشبیہ جیلخانہ یا بھٹی سے یا کم از کم قبر سے دی جائے اُم یعنی ماں سے تشبیہ دی ہے۔ اور تشبیہ بھی تَشْبِيْهٌ بَلِيْغٌ ہے جہاں اداۃ التشبیہ یعنی کاف حذف کیا گیا ہے۔ اور یہ تشبیہ بعینہ اسی طرح ہے جس طرح کہ آنے والے موعود مسیح کو ابن مریم کہا ہے یہ نہیں کہا کہ ابن مریم کی طرح ہوگا۔ اسی طرح یہاں پر بھی دوزخ کو ماں کہا ہے۔ ماں کی طرح نہیں کہا۔ اب غور کا مقام ہے کہ خدا تعالیٰ نے کس بنا اور کس حکمت پر دوزخ کو دوزخیوں کی ماں قرار دیا ہے۔ سو ہر اہل دانش ایک سرسری نظر اور معمولی غور و فکر سے جلد سمجھ لیتا ہے کہ جب بھی کسی چیز یا کسی شخص کی تشبیہ ماں سے دی جائیگی تو معاً اس کا خیال ماں کی تربیت اور شفقت کی طرف جائیگا۔ ایک ماں جب بھی اپنے کسی بچہ پر ناراض ہوگی اور اسکو مار مار کر نیم جاں بھی کر دیگی تو اس کی ناراضگی کی بنا اور غرض و غایت محض شفقت و رأفت اور تعلیم و تربیت ہوگی۔ تباہ کرنا یا محض تکلیف دینا ہرگز ہرگز اس کا منشاء نہ ہوگا۔ پس جبکہ چار پانچ بچوں کی ماں کے اندر اتنی شفقت اور ہمدردی ہے کہ وہ کبھی بھی اپنے کسی بچہ کو تباہ کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتی تو جس چیز کو خدا تعالیٰ نے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں اربوں اور اَنگنت گنہگاروں کی ماں قرار دیا ہے کیا خدا نے اسکے اندر اتنی بھی درد و شفقت نہیں رکھی کہ ہزاروں سال سزا دینے کے بعد بھی بس نہ کرے؟ ضرور بس کریگی جیسا کہ حدیث سے ان شاء اللہ اور واضح ہوگا۔ پس جس طرح ایک بچہ ہمیشہ ماں کی گود میں نہیں رہتا بلکہ چلنے پھرنے کی طاقت پانیکے بعد وہاں سے نکل جاتا ہے اسی طرح دوزخی لوگ اپنے اعمال کی کمزوریوں اور نقائص سے رہائی پا کر وہاں سے نکل پڑینگے، خواہ کافر ہوں خواہ مشرک۔

ایک اہم سوال:۔ قرآن شریف کی بعض آیات سے یہ بھی ثابت ہے کہ بُرائی کی سزا دگنی تگنی ہوگی جیسا کہ فرمایا ہے:۔

(۱) اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ .... مِنْ اَوْلِيَآءَ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ (ھود ع) ترجمہ۔ یہ لوگ (دوسروں کو) عاجز کرنیوالے نہیں ہیں زمین میں، اور نہ ان کے لئے اللہ کے سوا کوئی مددگار ہونگے۔ انکے لئے عذاب دگنا کر دیا جائے گا۔

(۲) وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۔ يُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (الفرقان ع ٦)

ترجمہ۔ اور جو ایسا کریگا سزا پائیگا۔ اس کیلئے قیامت کے دن کئی چند عذاب ہوگا۔ (۳) یٰنِسَاءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ (احزاب ع) ترجمہ۔ اے نبی کی بیویو! جو کوئی تم سے کھلی بے حیائی کرے اس کیلئے عذاب دُگنے دیئے جائینگے ٭

ان آیتوں سے صاف ثابت ہے کہ بدیوں کی سزا اسکی مانند ہی نہیں بلکہ اس سے دُگنی ہوگی ٭

جواب:- ان تمام آیتوں میں تضعیف العذاب یعنی عذاب کے دُگنے ہونے سے ہرگز ہرگز یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ ان لوگوں کو انکی بدیوں کے مجموعہ سے دُگنا عذاب دیا جائیگا۔ کیونکہ ایسا خیال بالکل دوسری آیتوں کے خلاف ہے۔ بلکہ مراد اس سے صرف یہ ہے کہ انکی بدیوں کے متعدد ہونیکی وجہ سے انکو دُگنا یا تگنا عذاب دیا جائیگا۔ یعنی ایک گناہ کے بدلہ میں ایک عذاب ہوگا اور دو گناہوں کے بدلہ میں دو اور تین گناہوں کے مقابلہ میں تین۔ اس بات کا ثبوت خود ان آیتوں کے ساتھ ساتھ موجود ہے۔ چنانچہ آیت نمبر ۱ سے ماقبل آیت میں یوں مذکور ہے۔ اَلَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كَافِرُوْنَ (ھود ع) یعنی وہ لوگ ایسے ہیں کہ دوسروں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اسکے لئے کجی چاہتے ہیں۔ اور مزید برآں بذات خود آخرۃ کے منکر بھی ہیں۔ پس انکو دُگنا عذاب دینے کے دو سبب ہیں یعنی ان کے دو گناہ ہیں اوّل اللہ کی راہ سے روکنا۔ دوم آخرۃ کا منکر ہونا۔ اسی طرح آیت نمبر ۲ کے ماقبل آیت میں بھی یوں ذکر ہے۔ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ (الفرقان ع) یعنی وہ جو اللہ کے ساتھ دوسرے معبود کو نہیں پکارتے اور کسی جان کو قتل نہیں کرتے جسے اللہ نے حرام کیا ہے سوائے اس کے کہ حق کا تقاضا ہو اور نہ زنا کرتے ہیں۔ اس میں تین گناہوں کا ذکر ہے۔ اوّل شرک۔ دوم قتل النفس سوم زنا۔ ان تین چیزوں کے ذکر کے بعد تب یہ آیت آتی ہے، وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ (الآیۃ)۔ پس یہاں پر بھی گناہ کے متعدد ہونیکی وجہ سے عذاب دُگنا یا تگنا کیا جائیگا نہ کہ مجموعہ گناہ کے میزان کے لحاظ سے ٭

علیٰ ہذا القیاس آیت نمبر ۳ میں بھی ہے۔ کیونکہ نبی کی بیویاں اگر کھلی بے حیائی کریں تو انکو یقیناً دُگنا عذاب ہوگا اوّل حکم کی خلاف ورزی کا عذاب اور دوم اپنے علم پر عمل نہ کرنیکا عذاب۔ لیکن ان عذابوں کا مجموعہ اسقدر ہوگا جسقدر کہ ان سے بدی سرزد ہوئی۔ پس ان تشریحات کے مطابق اعتراض ھباءً منثورًا ہوا ٭

الحاصل، ان گیارہ دلائل قرآنیہ سے شمس النہار کی طرح روشن ہوگیا کہ آخر کار تمام دوزخی خواہ کافر ہوں خواہ مشرک، کامل عذاب اور پوری سزا پانے کے بعد دوزخ سے نکالے جائینگے۔ وھذا ھو المطلوب! اب میں احادیث نبویہ سے ثابت کرونگا کہ تمام جہنمی خارج کیئے جائینگے ٭

(۲) از احادیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

پہلی دلیل:- بخاری میں ایک روایت یوں مذکور ہے:- اِنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلعم يَقُوْلُ جَعَلَ اللّٰهُ الرَّحْمَةَ مِائَةَ جُزْءٍ فَاَمْسَكَ عِنْدَهٗ تِسْعَةً وَّتِسْعِيْنَ جُزْءًا وَاَنْزَلَ فِي الْاَرْضِ جُزْءًا وَاحِدًا فَمِنْ ذٰلِكَ الْجُزْءِ يَتَرَاحَمُ الْخَلْقُ حَتّٰى تَرْفَعَ الْفَرَسُ حَافِرَهَا عَنْ وَلَدِهَا خَشْيَةَ اَنْ تُصِيْبَهٗ۔ (بخاری جزء ۴ صـ۳۲ باب جعل اللہ الرحمۃ مائۃ جزء) یعنی ابوہریرہ رض کہتے ہیں کہ نبی کریم صلعم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رحمۃ کو ایک سو حصّوں میں تقسیم کیا ہے۔ اور ان سو حصّوں میں سے ۹۹ حصّوں کو خدا نے اپنے پاس رکھا اور صرف ایک حصّہ زمین پر اُتارا ہے۔ پس اسی ایک حصّہ سے تمام مخلوق ایک دوسرے پر رحم کرتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک گھوڑی بھی اپنے بچے سے اپنا سُم اُٹھاتی ہے اس خوف سے کہ کہیں بچّہ کو تکلیف نہ ہو۔ اس روایت کی توضیح ایک دوسری روایت سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:- اَلرَّحْمَةُ عِنْدَ اللّٰهِ مِائَةُ جُزْءٍ۔ فَقَسَّمَ بَيْنَ الْخَلَائِقِ جُزْءًا وَّاَخَّرَ تِسْعًا وَّتِسْعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ۔ البزار عن ابی عباس، صحیح۔ (الجامع الصغیر للامام السیوطی جلد ۱ صـ۶۰۸) یعنی خدا کے نزدیک رحمت کے سَو اجزاء ہیں، جن میں سے ایک جزء تو خدا نے تمام مخلوق میں تقسیم کر لیا ہے اور ۹۹ اجزاء قیامت کے روز کیلئے چھوڑ رکھا ہے ؎

ان دو صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ اگر خدا کی تمام رحمت و شفقت کے سَو اجزاء فرض کر لئے جائیں۔ تو ان سَو اجزاء میں سے خدا نے صرف ایک ہی جزء کُل دُنیا کے قیام نظام کیلئے نازل کیا ہے۔ اور باوجود اس کے پھر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ دُنیا میں کافر اور مشرک تو کیا بھیڑیا اور چیتہ بھی اس ایک رحم سے محروم نہیں ہے ؎

پس اس سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جب قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے ۹۹ فیصدی والا رحم ظاہر ہو جائیگا تو ناممکن ہے کہ کوئی متنفس اس سے محروم اور بے نصیب ہو جائے۔ اگر ننانوے کے ننانوے نہیں تو تمام کافروں اور مشرکوں کی نجات کیلئے ایک ہی رحم کافی ہوگا۔ اور باقی ۹۸ حصّوں کو بے شک مومنوں کے لئے مخصوص کر دے ؎

دوسری دلیل:- ایک اور صحیح حدیث میں مذکور ہے۔ "كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهٖ بِيَدِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّخْلُقَ رَحْمَتِيْ سَبَقَتْ غَضَبِيْ" ابن ماجۃ عن ابی ہریرۃ۔ صحیح (جامع صغیر جلد ۲ صـ۲۲۶) یعنی تمہارے ربّ نے اپنے نفس پر قبل اسکے کہ وہ مخلوق کو پیدا کرے اپنے ہاتھ سے لکھدیا ہے کہ

"میری رحمت میرے غضب سے بڑھ گئی"۔ دوسری روایت میں "اِنَّ رَحْمَتِیْ تَغْلِبُ غَضَبِیْ" آیا ہے۔ یعنی میری رحمت میرے غضب پر غالب آجائیگی۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ مشکوٰۃ ص ۲۰۷۔ پس اگر عذاب جہنم کو اس طرح دائمی اور غیر متناہی ماناجائے جس طرح کہ اس کی نعمت رحمت دائمی ہوگی تو کیونکر اس کی رحمت اسکے غضب سے بڑھ سکیگی۔ اس کی رحمت کے بڑھنے کی صورت صرف اس طرح ہو سکتی ہے کہ اسکے عذاب کو غیر دائمی اور متناہی قرار دیا جائے ؛

تیسری دلیل :۔ نبی کریم صلعم ایک حدیث قدسی میں فرماتے ہیں:۔ "......فَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَهٗ عَشْرَ حَسَنَاتٍ اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ اِلٰى اَضْعَافٍ كَثِيْرَةٍ وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَهٗ حَسَنَةً كَامِلَةً فَاِنْ هُوَ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللّٰهُ لَهٗ سَيِّئَةً وَّاحِدَةً۔ (بخاری جزء ۴ ص ۷۹ باب من هم بحسنة، عن ابن عباس) مطلب۔ جو شخص نیکی کرنیکا ارادہ رکھتا ہے لیکن اس ارادہ کو پورا نہیں کرتا تب بھی خدا تعالیٰ اسکے لئے ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔ اور اگر اس ارادہ کو پورا کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے لئے دس سے لیکر سات سو بلکہ بے شمار نیکیوں تک لکھ دیتا ہے۔ اور جو شخص بدی کا ارادہ کرتا ہے مگر کرتا نہیں تو اسکے لئے خدا تعالیٰ ایک کامل نیکی لکھ دیتا ہے۔ لیکن اگر کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کیلئے صرف ایک ہی بدی کی سزا مقرر کریگا۔ اس حدیث سے بھی صاف ثابت ہے کہ بدی کا بدلہ اس کی مانند ہوگا اور اس سے بڑھ کر نہ ہوگا۔ جس سے عذاب جہنم کا منقطع ہونا صاف عیاں ہے ؛

چوتھی دلیل :۔ شفاعت کی ایک طویل حدیث میں لکھا ہے کہ تمام وہ دوزخی جنکو فرشتوں یا نبیوں یا مومنوں کی شفاعت سے کوئی حصہ نہ ملیگا خدا تعالیٰ کی شفاعت سے دوزخ سے نکالے جائینگے۔ چنانچہ اس حدیث کا بعض ضروری حصہ درج ذیل ہے:۔

"عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ الْخُدْرِیِّ......فَيَشْفَعُ النَّبِيُّوْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ فَيَقُوْلُ الْجَبَّارُ بَقِيَتْ شَفَاعَتِیْ فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِّنَ النَّارِ فَيُخْرِجُ اَقْوَامًا قَدِ امْتُحِشُوْا فَيُلْقَوْنَ فِیْ نَهَرٍ بِاَفْوَاهِ الْجَنَّةِ يُقَالُ لَهٗ مَاءُ الْحَيَاةِ فَيَنْبُتُوْنَ فِیْ حَافَّتَيْهِ......فَيَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ فَيَقُوْلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ هٰٓؤُلَاءِ عُتَقَاءُ الرَّحْمٰنِ اَدْخَلَهُمُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ عَمَلٍ عَمِلُوْهُ وَلَا خَيْرٍ قَدَّمُوْهُ الخ" (بخاری جلد ۴ ص ۱۷۶)۔ یعنی ابو سعیدؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلعم فرماتے ہیں......پس انبیاء، فرشتے اور مومن لوگ شفاعت کرینگے۔ ان تمام کی شفاعت کے بعد زبردست خدا فرمائیگا کہ اب میری

شفاعت باقی ہے۔ پس خدا تعالیٰ آگ سے ایک مُٹھی بھر دیگا اور بہت سی قوموں کو نکالدیگا جن کے جسم جل گئے ہونگے۔ پس وہ لوگ ایک نہر میں ڈالے جائینگے جو کہ بہشت کے سامنے ہوگا اور اس کا نام آب حیات ہے۔ پس وہ لوگ اس نہر کے دونو کناروں بڑھنے لگ جائینگے .... اس کے بعد وہ لوگ بہشت میں داخل ہونگے۔ انکو دیکھ کر جنّتی لوگ بول اُٹھیں گے کہ یہ لوگ خدا کے آزاد کردہ ہیں جن کو خدا تعالےٰ نے جنّت میں داخل کیا ہے بغیر اس کے کہ انہوں نے کوئی عمل کیا اور نہ انہوں نے کوئی بھلائی آگے بھیجی الخ۔"

بخاری اور مُسلم دونو کی روایت میں مشکوٰۃ صفحہ ۴۹ پر یوں لکھا ہے۔" ...... فَيَقُوْلُ اللّٰهُ شَفَعَتِ الْمَلٰئِكَةُ وَشَفَعَ النَّبِيُّوْنَ وَشَفَعَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَلَمْ يَبْقَ اِلَّا اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ فَيَقْبَضُ قَبْضَةً مِنَ النَّارِ فَيُخْرِجُ مِنْهَا قَوْمًا لَمْ يَعْمَلُوْا خَيْرًا قَطُّ .... فَيَقُوْلُ اَهْلُ الْجَنَّةِ هٰؤُلَاءِ عُتَقَاءُ الرَّحْمٰنِ اَدْخَلَهُمُ اللّٰهُ الْجَنَّةَ بِغَيْرِ عَمَلٍ عَمِلُوْهُ وَلَا خَيْرٍ قَدَّمُوْهُ الخ۔" یعنی اس کے بعد خدا تعالیٰ فرمائیگا کہ فرشتوں نبیوں اور مومنوں نے شفاعت کرلی ہے اور اب صرف ارحم الرّاحمین کی شفاعت باقی ہے۔ پس خدا آگ سے ایک مٹھی بھر دیگا جس سے وہ ایسی قوم کو نکالیگا جس نے کبھی بھی نیکی نہیں کی .... پس ایسے لوگوں کو دیکھ کر بہشت والے کہیں گے کہ یہ لوگ بے انتہا رحم کرنیوالے خدا کے آزاد کردہ ہیں جن کو خدا نے جنّت میں داخل کردیا ہے بغیر اس کے کہ انہوں نے کوئی عمل کیا اور نہ کوئی نیکی کی الخ۔" پس ان دونو حدیثوں سے صاف ثابت ہے کہ خدا ارحم الراحمین کی شفاعت سے دوزخ سے ایسے لوگ نکالے جائینگے جن کی نہ کوئی نیکی ہے اور نہ کوئی بھلائی۔ ایسے لوگ سوائے کافر اور مشرک کے جنکے تمام عمل حبط ہوچکے ہوں اور کون ہونگے ؎

ایک اعتراض:۔ مذکورہ بالا حدیثوں میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ فرشتوں، انبیاء اور مومنوں کی شفاعت سے باقی ماندہ لوگ سارے کے سارے دوزخ سے نکالے جائینگے، بلکہ صرف اتنا لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ ایک مٹھی بھر کر کچھ اقوام کو نکالیگا۔

جواب:۔ یہ اعتراض محض خدا تعالیٰ کی مُٹھی سے ناواقفیّت ہونے کی وجہ سے پیدا ہُوا ہے ورنہ خدا کی مُٹھی وہ ہے جس کا ذکر قرآن شریف میں بایں الفاظ کیا گیا ہے۔ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔ (الزمر ع ۷) یعنی ان لوگوں نے اللہ کی قدر نہ کی جو اسکی قدر کا حق ہے۔ اور تمام زمین قیامت کے دن اسکی ایک مٹھی میں ہوگی۔ اس حال میں کہ آسمان اسکے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہونگے۔ وہ پاک ہے اور بلند ہے اس سے جو وہ شرک کرتے ہیں ؎

اب بتاؤ کہ جب خدا تعالیٰ جہنم سے ایک مٹھی بھر دیگا تو کیا کوئی کافر یا مشرک رہ سکتا ہے؟

پانچویں دلیل:۔ نبی کریم صلعم فرماتے ہیں۔ "اَوْلَادُ الْمُشْرِكِيْنَ خَدَمُ اَهْلِ الْجَنَّةِ۔ طبرانی فی الاوسط عن سمرۃ وانس۔ حدیث صحیح" (جامع صغیر جلد ۱ صفحہ ۳۸۳) یعنی مشرکین کی اولاد جنّت والوں کے خدام بنیں گی۔

اب غور کا مقام ہے کہ اگر مشرکوں کی اولاد کو جنّت والوں کے خادم بننے کا شرف حاصل ہو سکتا ہے تو کیا مشرکوں کو خود بہشتیوں کے لئے کم از کم خاکروب بننے کا عہدہ نہ ملیگا؟

چھٹی دلیل:۔ دوزخ کے متعلق نبی کریم صلعم نے ایک لطیف اور پُر حکمت بات فرمائی ہے۔ اور وہ یوں ہے:۔ "عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ مَرْفُوْعًا ...... يُقَالُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَزِيْدٍ فَيَضَعُ الرَّبُّ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى قَدَمَهُ عَلَيْهَا فَتَقُوْلُ قَطْ قَطْ۔ (بخاری جلد ۳ صفحہ ۱۱۹ باب تفسیر سورۃ ق)۔ یعنی ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلعم فرماتے ہیں ...... کہا جائیگا دوزخ کو کہ کیا تو بھر گئی ہے۔ تو وہ کہتی جائیگی کہ کیا کچھ اور بھی ہے؟ اس کے بعد خدا تبارک و تعالےٰ اپنا قدم اسپر رکھیگا تب وہ بول اُٹھیگی بس بس" کیا ہی لطیف حدیث ہے۔ اسمیں کافروں اور مشرکوں کو کیسے عجیب الفاظ میں امید دلائی جاتی ہے۔ مگر امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخالف مولویوں کو اس میں سے کچھ بھی نظر نہ آیا۔

اب ہم خدا کے فضل و رحم اور امام مہدی علیہ السلام کی برکت سے اس حدیث کا ایک نکتہ بیان کر دیتے ہیں۔ اور وہ اس طرح ہے کہ اگر شاہزادہ پرنس آف ویلز کے ہندوستان میں قدم رکھنے سے کئی بڑے بڑے قیدی چھوٹ گئے تھے تو جب خدا تبارک و تعالیٰ اپنی رحمت اور شفقت کا قدم آگ جہنم پر رکھیگا کیا ایک بھی کافر یا مشرک اس سے رہائی حاصل نہ کریگا۔ ضرور حاصل کریگا۔ بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ خدا کی رحمت کا قدم دوزخ کو اُلٹا کر بالکل خالی کر دیگا۔

(۳) از اقوال صحابہ کرامؓ و بعض تابعین

قرآن کریم اور احادیث سے ثابت کرنیکے بعد اب صحابہ کرامؓ اور بعض تابعی کے اقوال پیش کرتا ہوں جن سے روز روشن کی طرح ثابت ہو جائیگا کہ تمام دوزخی آخر کار دوزخ سے نکالے جائینگے۔ اور چونکہ صحابہؓ کے یہ اقوال از نوع مجتہدات ہیں اور نہ ہی از قبیل اسرائیلیات اسلئے حکماً مرفوع حدیث میں شمار ہونگے جیسا کہ اصطلاح حدیث کا قرار شدہ قاعدہ ہے:۔

اوّل:۔ ابن مسعودؓ کا قول۔ وَرُوِيَ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ قَالَ لَيَاْتِيَنَّ عَلٰى جَهَنَّمَ زَمَانٌ لَيْسَ

فِیْهَا اَحَدٌ وَ ذٰلِكَ بَعْدَ مَا یَلْبَثُوْنَ فِیْهَا اَحْقَابًا۔ (تفسیر خازن بحوالہ مجموعۃ التفاسیر جلد ۳ صفحہ ۳۶۵) یعنی ابن مسعودؓ سے روایت ہے۔ آپ کہتے ہیں، ضرور جہنّم پر ایک ایسا زمانہ آئیگا جسمیں کوئی بھی نہ ہوگا۔ یہ اسوقت ہوگا جبکہ وہ اس میں سالوں تک رہ چکے ہونگے۔ ابن جریر میں ابن مسعود کی روایت بایں الفاظ آئی ہے۔ لَیَاْتِیَنَّ عَلٰی جَهَنَّمَ زَمَانٌ تَخْفِقُ اَبْوَابُهَا لَیْسَ فِیْهَا اَحَدٌ وَ ذٰلِكَ بَعْدَ مَا یَلْبَثُوْنَ فِیْهَا اَحْقَابًا۔ یعنی یقیناً جہنّم پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ اسکے دروازوں کو دستک دیا جائیگا مگر اسمیں کوئی بھی نہ ہوگا۔ اور یہ اسوقت ہوگا جبکہ وہ اسمیں مدّتوں تک رہ چکے ہوں ؛

دوم:۔ ابوہریرہ کا قول، "وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ نَحْوَهٗ" یعنی ابوہریرہ سے بھی اسی طرح روایت ہے جس طرح ابن مسعود سے ہے۔ (تفسیر خازن بحوالہ مجموعۃ التفاسیر جلد ۳ صفحہ ۳۶۵)۔ فتح البیان میں ابی ہریرۃ کی روایت بدیں الفاظ وارد ہے۔ سَیَاْتِیْ عَلٰی جَهَنَّمَ زَمَانٌ لَا یَبْقٰی فِیْهَا اَحَدٌ۔ یعنی جہنّم پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ کوئی بھی اسمیں باقی نہ رہیگا ؛

ایک شبہ کا ازالہ:۔ عام مفسرین نے ابن مسعود اور ابوہریرۃ کے اقوال کی یوں تاویل کی ہے:۔ اوّل یہ کہ جہنّم کے خالی ہونے سے مراد صرف ان جگہوں کا خالی ہونا ہے جن میں نافرمان یا گنہگار مومن لوگ رہتے تھے۔ دوم یہ کہ کفار کو جہنّم کے گرم حصّہ سے نکالکر سخت سرد یعنی حصّۂ زمہریر میں ڈالا جائیگا۔ مگر یہ دونو ایسی رکیک تاویلیں ہیں کہ نہ تو خود الفاظ اسکے متحمل ہوسکتے ہیں اور نہ ہی کوئی اصحاب قول مذکورہ میں سے اس کا قائل ہے۔ یہ تاویلیں بالکل مدعی سُست و گواہ چُست کا مصداق ہے ؛

سوم:۔ حضرت عمرؓ کا قول:۔ لَوْ لَبِثَ اَهْلُ النَّارِ فِی النَّارِ كَقَدْرِ رَمْلِ عَالِجٍ لَكَانَ لَهُمْ عَلٰی ذٰلِكَ یَوْمٌ یَخْرُجُوْنَ فِیْهِ۔ (فتح البیان) یعنی اگر دوزخ والے دوزخ میں اتنی مدّت بھی رہیں جیسے ریت کے ٹیلے پر ٹیلا تب بھی انپر ایک دن آئیگا جس میں وہ نکالے جائینگے۔ اس روایت کے رجال کو فتح البیان میں ثقات قرار دیا گیا ہے ؛

چہارم:۔ ابن عمرؓ اور ابن العاص کا قول:۔ لَیَاْتِیَنَّ عَلٰی جَهَنَّمَ یَوْمٌ تَصْفِقُ فِیْهَا اَبْوَابُهَا لَیْسَ فِیْهَا اَحَدٌ۔ (فتح البیان)۔ یعنی جہنّم پر ایک ایسا زمانہ آئیگا جبکہ اسکے دروازہ کھولے جائینگے، اسمیں کوئی بھی نہ رہیگا۔

یہ تو صاف بات ہے کہ جب جیلخانہ کا دروازہ کھولا جائے اور پھر اسکو کھلا ہی چھوڑا جائے تو یقیناً سارے قیدی پھُر کرکے وہاں سے پرواز کر جائینگے ؛

پنجم۔ امام شعبیؒ جو ایک جلیل القدر تابعی ہیں فرماتے ہیں:۔ جَهَنَّمُ اَسْرَعُ الدَّارَیْنِ عُمْرَانًا وَ اَسْرَعُهَا خَرَابًا۔ (ابن جریر) یعنی۔ دوزخ دو گھروں میں سے جلد آباد ہونیوالی ہے اور دونو گھروں میں سب سے جلد ویران ہونیوالی ہے ؛

(۴) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام مبارک سے

اب میں اس مقدس وجود کا کلام پیش کرتا ہوں جنہوں نے درحقیقت اس معرکۃ الآراء اور پیچیدہ سوال کو حل کرکے ہمارے سامنے ایک مائدہ روحانی رکھ دیا ہے۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:۔

(۱) "وَإِنْ قُلْتَ فَمَا بَالُ النَّاقِصِينَ الَّذِينَ مَاتُوا عَلَى حَالَةِ النُّقْصَانِ۔ وَانْتَقَلُوا مِنْ هٰذِهِ الدُّنْيَا مَعَ أَثْقَالِ الْعِصْيَانِ۔ فَإِنَّهُمْ مَا يُرَدُّونَ إِلَى الدُّنْيَا لِيَتَدَارَكُوا مَا فَاتَ۔ فَكَيْفَ يُكَمَّلُونَ وَيَجِدُونَ النَّجَاةَ۔ أَوْ يُدْخَلُونَ فِي الْجَنَّةِ غَيْرَ مُكَمَّلِينَ۔ أَوْ يُتْرَكُونَ إِلَى الْأَبَدِ مُعَذَّبِينَ۔ فَاسْمَعْ أَنَّا نَعْتَقِدُ بِأَنَّ جَهَنَّمَ مُكَمِّلَةٌ لِلنَّاقِصِينَ۔ وَمُنَبِّهَةٌ لِلْغَافِلِينَ۔ وَمُوقِظَةٌ لِلنَّائِمِينَ۔ وَسَمَّاهَا اللّٰهُ أُمَّ الدَّاخِلِينَ۔ بِمَا تُرَبِّيهِمْ كَأُمَّهَاتٍ لِلْبَنِينَ۔ وَنَعْتَقِدُ أَنَّ كُلَّ بَصَرٍ يَكُونُ يَوْمَئِذٍ حَدِيدًا بَعْدَ بُرْهَةٍ مِنَ الزَّمَانِ۔ وَيَكُونُ كُلُّ شَقِيٍّ سَعِيدًا بَعْدَ حُقُبٍ مِنَ الدَّوَرَانِ۔ وَلَا يَلْبَثُونَ إِلَّا أَحْقَابًا فِي النِّيرَانِ۔ إِلَّا مَا شَاءَ اللّٰهُ مِنْ طُولِ الزَّمَانِ۔ فَإِنَّا مَا أُعْطِينَا عِلْمَ تَحْدِيدِهٖ بِتَصْرِيحِ الْبَيَانِ۔

فَهُوَ زَمَانٌ أَبَدِيٌّ نِسْبَةً إِلَى ضُعْفِ الْإِنْسَانِ۔ وَمَحْدُودٌ نَظْرًا عَلَى مِنَنِ الرَّحْمٰنِ۔ وَلَا يُتْرَكُونَ كَالْأَعْمٰى إِلَى الْأَبَدِ عَلَى وَجْهِ الْحَقِيقَةِ۔ وَيَكُونُ مَآلُ أَمْرِهِمْ رُحْمَ اللّٰهِ وَالرُّشْدَ وَمَعْرِفَةَ الْحَضْرَةِ الْأَحَدِيَّةِ بَعْدَ مَا كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ۔ وَنَعْتَقِدُ أَنَّ خُلُودَ الْعَذَابِ۔ لَيْسَ كَخُلُودِ ذَاتِ اللّٰهِ رَبِّ الْأَرْبَابِ۔ بَلْ لِكُلِّ عَذَابٍ انْتِهَاءٌ۔ وَبَعْدَ كُلِّ لَعْنٍ رُحْمٌ وَإِيوَاءٌ۔ وَأَنَّ اللّٰهَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ۔ وَمَعَ ذٰلِكَ لَيْسُوا سَوَاءً فِي مَدَارِجِ النَّجَاتِ۔ .... وَلَمَّا كَانَ وُجُودُ اللّٰهِ تَعَالَى عِلَّةً لِكُلِّ عِلَّةٍ۔ وَمَبْدَأً لِكُلِّ سُكُونٍ وَحَرَكَةٍ۔ وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى كُلِّ نَفْسٍ فَلَيْسَ مِنَ الصَّوَابِ، أَنْ يُعْزَى إِخْلَادُ الْعَذَابِ۔ إِلَى هٰذَا الْجَنَابِ۔ وَمَا كَانَ الْعَبْدُ مُخْتَارًا مِنْ جَمِيعِ الْجِهَاتِ۔ بَلْ كَانَ تَحْتَ قَضَاءِ اللّٰهِ خَالِقِ الْمَخْلُوقَاتِ۔ وَقَيُّومِ الْكَائِنَاتِ۔ وَكَانَ كُلُّ قُوَّتِهٖ مَفْطُورَةً مِنْ يَدِهٖ وَمِنْ إِرَادَتِهٖ فَلَهٗ دَخْلٌ عَظِيمٌ فِي شَقَاوَتِهٖ وَسَعَادَتِهٖ۔ فَكَيْفَ يَتْرُكُ عَبْدًا ضَعِيفًا فِي عَذَابِ الْخُلُودِ۔ مَعَ أَنَّهٗ يَعْلَمُ أَنَّهٗ خَالِقُ الشَّقِيِّ وَالْمَسْعُودِ۔ وَالْعَبْدُ يَفْعَلُ أَفْعَالًا وَلٰكِنَّهٗ أَوَّلُ الْفَاعِلِينَ۔ وَكُلُّ عَبْدٍ صُنْعُ يَدِهٖ وَهُوَ صَانِعُ الْعَالَمِينَ۔ وَأَنَّهٗ رَحِيمٌ وَجَوَّادٌ وَكَرِيمٌ۔ سَبَقَتْ رَحْمَتُهٗ غَضَبَهٗ وَرِفْقُهٗ شَصَبَهٗ۔ وَلَا يُسَاوِيهِ أَحَدٌ مِنَ الرَّاحِمِينَ الخ۔ (انجام آتھم صـ۱۱۷ تا صـ۱۲۱) یعنی

اگر تو یہ سوال کرے کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو ناقص ہونیکی حالت میں مر گئے ہیں۔ اور گناہوں کے بھاری انبار نیکر اس دُنیا سے کوچ کر گئے ہیں۔ کیونکہ وہ اس دنیا میں دوبارہ لوٹائے نہیں جائینگے تاکہ وہ تلافی مافات کریں۔ پس وہ کس طرح کامل کئے جائینگے اور کیونکر نجات پا جائینگے۔ آیا وہ ناقص ہونیکی حالت میں جنّت میں داخل ہونگے یا ہمیشہ عذاب میں چھوڑے جائینگے؟ سو غور سے سنو! کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ جہنّم ناقصوں کو کامل کرنے کا آلہ ہے اور غافلوں کو تنبیہ کرنے کا ذریعہ ہے اور سونیوالوں کو جگانے کا طبلہ ہے۔ اور خدا نے اس کا نام دوزخیوں کی ماں رکھا ہے۔ بوجہ اسکے کہ وہ دوزخیوں کی اصلاح کریگی جیسا کہ مائیں اپنے بچّوں کی تربیت کرتی ہیں۔ اور ہمارا یہ بھی عقیدہ ہے کہ ہر ایک نظر اسوقت کچھ عرصہ کے بعد تیز ہو جائیگی۔ اور ہر ایک شقی مدّت کے بعد سعید بن جائیگا۔ اور وہ آگ میں نہیں رہیں گے مگر ایک عرصہ تک جتنا کہ خدا نے ارادہ کیا ہے۔ ہاں اس عرصہ کی حد کا علم خدا نے ہمیں تصریح کے ساتھ نہیں دیا۔ پس وہ زمانہ بنسبت انسان کی کمزوری کے ابدی ہوگا۔ اور بلحاظ محسن خدا کے احسانات کے بالکل محدود ہوگا۔ اور وہ لوگ نابینائی کی حالت میں حقیقی طور پر ابد تک دوزخ میں چھوڑے نہیں جائینگے۔ ان کا انجام کار، رحمت الٰہی۔ ہدایت اور حضرت احدیت کی معرفت ہوگی بعد اسکے کہ وہ بالکل نابینا تھے۔ اور یہ بھی ہمارا ایمان ہے کہ عذاب کا خلود ذات باری تعالیٰ کے خلود کی طرح نہ ہوگا۔ بلکہ ہر عذاب کا انتہا ہوگا اور ہر لعنت و دُوری کے بعد رحم اور پناہ ہوگی۔ اور یقیناً اللہ ارحم الراحمین ہے۔ اور باوجود اسکے مدارج نجات کے لحاظ سے وہ لوگ ایک جیسے نہ ہونگے .... اور جبکہ اللہ کا وجود تمام علّتوں کی علّت ہے، اور ہر حرکت و سکون کا مبدء ہے اور ہر ایک نفس پر متصرف بھی ہے تو یہ مناسب نہیں ہے کہ عذاب کا ہمیشہ دینا اس پاک ہستی کی طرف منسوب کی جائے۔ علاوہ ازیں بندہ کامل طور پر خود مختار بھی نہیں ہے بلکہ ہر وقت اللہ کے قضا و قدر کے زیر تصرّف ہے۔ وہ خدا جو کہ تمام مخلوق اور کُل کائنات کا خالق ہے۔ اور بندہ کی ہر طاقت و قُوّت اسکے ہاتھ اور ارادت کا پیدا کردہ ہے۔ بندہ کی شقاوت و سعادت میں اس کا بڑا دخل ہے۔ پس کس طرح سے ہو سکتا ہے کہ وہ کمزور اور ضعیف البنیان بندہ کو ایک دائمی عذاب میں چھوڑے۔ حالانکہ وہ خود جانتا ہے کہ وہی شقی اور سعید کا خالق ہے۔ بیشک بندہ کچھ اعمال کرتا ہے مگر سب سے پہلے اسکے فعل کا دخل ہوتا ہے۔ ہر ایک بندہ اسکے ہاتھ کا پیدا شدہ ہے وہی تمام جہانوں کا صانع ہے۔ یقیناً وہ رحیم ہے جواد ہے کریم ہے۔ اسکی رحمت اسکے غضب سے بڑھ گئی۔ اور اسکی نرمی اسکی سختی پر غالب آئی۔ اور رحم کرنے میں کوئی بھی اس کی برابری کر نہیں سکتا الخ۔"

گویا اس مختصر سی عبارات میں حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے قرآن کریم اور حدیث شریف

کے تمام دلائل کو جمع کر دیا ہے۔ مزید براں ساتھ ساتھ عقلی دلائل بھی دیتے جاتے ہیں ؛

یہ مضمون نامکمل رہیگا اگر میں اس ہستی کے کلام میں سے کچھ اقتباس نہ کروں جو کہ حسن و احسان میں آپکے نظیر ہی نہیں بلکہ فرزند ارجمند اور قدرت ثانیہ کا مظہر بھی ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں :۔

"اصل میں یہ خیال کہ دوزخی ہمیشہ عذاب میں رہینگے اس حکمت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیدا ہوا ہے کہ خدا عذاب کیوں دیگا" مفصل ملاحظہ ہو احمدیت حقیقی اسلام صفحہ ۲۵۳-۲۳۴

ان تمام دلائل کی تردید جن سے جہنم کے عذاب کا غیر منقطع ہونا ثابت کیا جاتا ہے

اب میں ان لوگوں کے دلائل کا جواب لکھتا ہوں جو کہ عذاب جہنم کے دائمی ہونے کے قائل ہیں جہاں تک میں نے اپنے کم علم اور ناقص فہم کے مطابق تحقیق کی ہے۔ اس دعویٰ کے اثبات میں کہ کفار اور مشرکین کیلئے عذاب جہنم دائمی اور غیر منقطع ہے دس قسم کے دلائل پیش کئے جاتے اور کئے جا سکتے ہیں :۔

قسم اوّل

عذاب جہنم بذات خود ایک دائمی چیز ہے۔ جس کے ثبوت مندرجہ ذیل ہیں :۔

پہلا ثبوت :۔ کفار کے بارہ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُقِيمٌ (المائدۃ ع ۶) یعنی ان کے لئے دائمی عذاب ہوگا۔ جس طرح عذاب جہنم کے متعلق مقیم کا لفظ آیا ہے بعینہٖ اسی طرح جنت کی نعمت کے بارہ میں بھی ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُقِيمٌ (التوبۃ ع ۳) یعنی انکے لئے جنت میں ہمیشہ رہنے والی نعمت ہوگی۔ اگر اوّل الذکر آیت میں عذاب جہنم کے دائمی ہونے سے انکار کروگے تو مؤخر الذکر آیت میں بھی بہشت کی نعمتوں کے دائمی ہونے سے انکار کرنا پڑیگا ؛

جواب :۔ محض عذابٌ مقیمٌ کے الفاظ سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ عذاب جہنم دائمی اور غیر منقطع ہوگا۔ اور اسکے کئی وجوہ ہیں۔ **اوّل**۔ مُقِيمٌ کا لفظ اَلْإِقَامَة سے لیا گیا ہے۔ اور اَلْإِقَامَةُ فِي الْمَكَانِ کے اصل معنے اَلثُّبَات کے ہیں یعنی رہنا۔ (مفردات راغب بر حاشیہ نہایۃ لابن الاثیر جزو ۴ صفحہ ۱) منجد میں بھی لکھا ہے :۔ اَقَامَ بِالْمَكَانِ - دَامَ فِيهِ وَاتَّخَذَهُ وَطَنًا۔ یعنی اَقَامَ بِالْمَكَانِ کے معنے ہیں ایک جگہ پر رہا اور اسکو اپنا وطن بنایا۔ پس اِقَامَة کے معنے میں نہ تو دائمی ہونے کی شرط ہے اور نہ غیر منقطع ہونے کی قید ؛

دوم۔ قرآن مجید میں خود مُقِيمٌ کا لفظ ایسی چیز کے لئے بھی استعمال ہوا ہے جو کہ نہ ہمیشہ رہنے والی ہے اور نہ غیر منقطع۔ چنانچہ حضرت لوط علیہ السلام کی بستیوں کے بارہ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَإِنَّهَا

لَبِسَبِيْلٍ مُقِيْمٍ (الحجر ع) یعنی وہ بستیاں ایک مقیم رستہ پر ہیں۔ حالانکہ ضروری نہیں کہ وہ رستہ ایک غیر متناہی زمانہ تک رہے۔ بلکہ اس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ وہ ایک چلتے رستہ پر ہیں۔ اس رستہ کا وجود زیادہ سے زیادہ اسوقت تک رہیگا جبتک یہ دنیا رہیگی۔ اور جس وقت یہ دنیا منقطع ہو جائیگی لازماً وہ رستہ بھی معدوم ہو جائیگا ÷

سوم۔ احادیث میں بھی بیسیوں مُقیم کے الفاظ پائے جاتے ہیں جنکے معنے محض رہنے والے کے ہیں یعنی وہ جو مسافر نہ ہوں بلکہ اپنے گھر یا وطن میں رہتے ہوں ÷

رہی یہ بات کہ نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ سے کیا مراد ہے۔ سو واضح ہو کہ بہشت والی نعمتوں کے دائمی اور غیر منقطع ہونے کے اثبات میں ہم صرف مقیم کے لفظ کو پیش نہیں کرتے اور نہ ہی ہم اس کو اپنے مدعا کے لئے کوئی قطعی دلیل قرار دیتے ہیں۔ بلکہ ہمارے دلائل اور ہونگے، مثلاً عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ (ھود ع) اور لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ (التین) وغیرہ وغیرہ ÷

دوسرا ثبوت:۔ آخرت کے عذاب کے بارہ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى۔ (طٰہٰ ع) یعنی آخرت کا عذاب سب سے سخت ہوگا اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہوگا۔ اَبْقٰى اسم تفضیل ہے بَاقِيْ سے۔ اور بَاقِيْ کے معنے خود ہمیشہ رہنے والا ہے۔ اب جو اس کا اسم تفضیل ہوگا معنے کے لحاظ سے اس سے ضرور بڑھ کر ہوگا ÷

جواب:۔ اَبْقٰى کے لفظ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ جہنّم کا عذاب ایسا دائمی ہوگا جو کہ غیر منقطع ہوگا۔ اوّل اس وجہ سے کہ ابقی کی تفضیل ایک نسبتی امر ہے۔ یعنی دُنیاوی عذاب کے لحاظ سے بیشک آخرت کا عذاب سب سے زیادہ باقی رہنے والا ہوگا۔ دوم قرآن کریم میں خود ابقی کا لفظ ایسے عذاب کیلئے بولا گیا ہے جو کہ دائمی نہیں ہے۔ چنانچہ فرعون کے قول کو خدا تعالیٰ بدیں الفاظ بیان فرماتا ہے۔ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى۔ (طٰہٰ ع۳) یعنی ضرور میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف اطراف سے کاٹ ڈالونگا اور تمہیں کھجوروں کے تنوں پر صلیب دونگا۔ اور تم جان لوگے کہ ہم میں سے کونسا زیادہ سخت اور زیادہ دیر پا عذاب دے سکتا ہے۔ یہاں پر فرعون کے عذاب کو بھی اشد و ابقی کہا ہے۔ حالانکہ ہر ایک جانتا ہے کہ فرعون کا عذاب دوسروں کے لئے ہرگز دائمی نہ تھا۔

سوم۔ نہایہ ابن الاثیر جلد ا صفحہ ۸۰ پر لکھا ہے:۔ (وَفِيْ حَدِيْثِ النَّجَاشِيِّ وَالْهِجْرَةِ) وَكَانَ اَبْقَى الرَّجُلَيْنِ فِيْنَا اَيْ اَكْثَرُ اِبْقَاءً عَلٰى قَوْمِهٖ" یہاں پر ابقی کے معنے ہیں زیادہ شفقت کرنیوالا

یا اپنے قوم کو زیادہ برقرار کرنے والا۔ چہارم۔ ایک حدیث میں نبی کریم صلعم فرماتے ہیں، عَفْوُ الْمُلُوْكِ اَبْقٰى لِلْمُلْكِ۔ الرافعي عن علي، حديث حسن (جامع صغیر جلد ۲ صفحہ ۱۲۰) یعنی بادشاہوں کا درگذر کرنا بادشاہت کو زیادہ دیر پا رکھنے والا ہے۔ مذکورہ بالا حوالجات سے ثابت ہوا کہ ابقٰی کے معنے میں ضروری نہیں کہ غیر منقطع بقا ہی ہو۔ کیونکہ بروئے قرآن و حدیث و لغات عرب ایک دیرپا چیز کو بھی اَبْقٰی کہہ سکتے ہیں ٭

قسم ثانی

عذاب جہنّم نہ نرم ہوگا اور نہ ہلکا کیا جائیگا، اس کا ثبوت مندرجہ ذیل آیتوں سے دیا جاتا ہے:

۱۔ اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُوْنَ۔ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ۔ (الزخرف ع) یعنی یقیناً مجرم لوگ عذاب جہنّم میں رہینگے۔ ان سے عذاب نرم نہیں کیا جائیگا اور وہ اس میں ناامید ہونگے ٭

۲۔ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ۔ (بقرۃ ع) یعنی ان سے عذاب ہلکا نہیں کیا جائیگا اور نہ انکی مدد کی جائے گی ٭

۳۔ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا (فاطر ع) یعنی وہ لوگ جو کافر ہوئے ان کے لئے جہنّم کی آگ ہوگی۔ نہ انکا کام تمام کیا جائیگا کہ وہ مر جائیں اور نہ جہنّم کا عذاب ان سے ہلکا کیا جائیگا۔ اس قسم کی اور بہت سی آیتیں ہیں جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ عذاب جہنّم کا منقطع ہونا تو الگ۔ رہا اسکے نرم یا ہلکا ہونے کی بھی امید نہیں کی جا سکتی ٭

جواب۔ (۱) لَا يُفَتَّرُ اور لَا يُخَفَّفُ یعنی نرم نہ ہونے اور ہلکا نہ ہونے سے یہ ہرگز مطلب نہیں ہے کہ عذاب کا انتہاء ہی نہ ہوگا۔ کیونکہ نرم نہ ہونے اور منقطع نہ ہونے میں بڑا فرق ہے۔ نرم نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ وہ عذاب اپنی مقدار اور کمیت کے لحاظ سے جب تک وہ رہے نہ کم ہوگا اور نہ نرم کیا جائیگا۔

(۲) اگر ہم عذاب کے نرم نہ ہونے اور ہلکا نہ ہونے سے یہ مراد لیں کہ وہ عذاب کسی وقت بھی بند نہ ہوگا تو یہ بالکل دوسری آیات کے خلاف ہوگی۔ جیسا کہ ہم اس بارہ میں مفصّل اور مدلّل بحث کر چکے ہیں۔

(۳) درحقیقت اس قسم کی یہ آیتیں محض ترہیب اور تہدید کے لئے ہوتی ہیں یعنی اپنے ظاہری معنے پر نہیں ہوتیں۔ کیونکہ صحیح حدیث سے بھی ثابت ہے کہ بعض کافروں کا عذاب ہلکا کیا جائیگا۔ چنانچہ لکھا ہے:

عَنْ اَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيِّ رضي الله عنه اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلعم وَذُكِرَ عِنْدَهٗ عَمُّهٗ اَبُوْ طَالِبٍ فَقَالَ لَعَلَّهٗ تَنْفَعُهٗ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُجْعَلُ فِيْ ضَحْضَاحٍ مِّنَ النَّارِ

يَبْلُغُ كَعْبَيْهِ يَغْلِي مِنْهُ أُمُّ دِمَاغِهٖ ،، (بخاری جلد ۴ صفحہ) یعنی ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ جب نبی کریم صلعم کے چچا ابوطالب کا ذکر ایک دفعہ آپ کے سامنے ہوا تو آپ نے فرمایا ہے کہ امید ہے کہ میری شفاعت سے ان کو کچھ فائدہ ہو گا قیامت کے دن۔ پس انکو آگ کی معمولی گہرائی میں ڈالا جائیگا جو کہ صرف انکے دونو ٹخنوں تک پہنچیگی جس سے انکا دماغ ابل جائیگا۔ پس عذاب کے نرم نہ ہونے سے زیادہ سے زیادہ یہ مراد ہو سکتی ہے کہ میعاد مقررہ کے اندر اندر وہ عذاب نہ نرم ہو گا اور نہ ہلکا کیا جائیگا ؁

قسم ثالث

کافر لوگ بذات خود جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔ اس دعویٰ کے اثبات میں مندرجہ ذیل آیات ہیں:-

۱۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا۔ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ، (النساء ع ۲۳) یعنی یقیناً وہ لوگ جو کافر ہوئے اور ظالم بنے۔ ایسا نہ ہوگا کہ اللہ انکو بخش دے۔ اور نہ یہ کہ ان کو راہ دکھائے۔ مگر دوزخ کی راہ۔ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے ؁

۲۔ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكَافِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا۔ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا۔ (احزاب ع ۸) یعنی بے شک اللہ نے کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کی ہے اس میں ہمیشہ رہینگے۔ ان دو آیتوں سے ثابت ہے کہ کافر لوگ ہمیشہ ہمیش دوزخ میں رہینگے۔ کیونکہ انکے حق میں خُلُوْدٌ کا لفظ آیا ہے جسکے معنے ہیں ہمیشہ رہنا۔ نیز اس کے ساتھ اَبَدًا کا لفظ بھی بڑھایا گیا ہے جسکے معنے بھی ہمیشہ ہیں۔ پس خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا کے معنے یہ ہوئے کہ ہمیشہ ہمیش۔ علاوہ ازیں قرآن شریف میں بہت سی ایسی آیتیں ہیں جن میں خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا مذکور ہے۔

جواب:- خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا کے الفاظ سے یہ استدلال کرنا کہ دوزخ کا عذاب غیر منقطع اور غیر متناہی ہوگا کئی وجوہ سے غلط ہے۔ اوّل خلود کے اصل معنے محض رہنے یا دیر تک رہنے کے ہیں نہ کہ ہمیشہ رہنا، چنانچہ لغات میں لکھا ہے۔ خَلَدَ بِالْمَكَانِ = اَقَامَ فِيْهِ (منجد صفحہ ۱۸۷) یعنی خلد بالمکان کے معنے ہیں ایک جگہ پر رہا۔ امام راغب خود تحریر فرماتے ہیں۔ وَاَصْلُ الْمُخَلَّدِ الَّذِيْ يَبْقٰى مُدَّةً طَوِيْلَةً وَمِنْهُ قِيْلَ رَجُلٌ مُخَلَّدٌ لِمَنْ اَبْطَأَ عَنْهُ الشَّيْبُ۔ (برحاشیہ نہایہ ابن الاثیر جلد ۱ صفحہ ۳۳۷) یعنی مُخَلَّدٌ کے اصل معنے وہ چیز ہیں جو عرصہ دراز تک رہے، اس بناء پر ایسے شخص کو بھی مُخَلَّدٌ کہتے ہیں جو بہت دیر کے بعد بوڑھا ہوتا ہے۔ دوم۔ ابدًا

کے معنے بھی صرف ہمیشہ نہیں ہے بلکہ لمبا زمانہ بھی ہے۔ چنانچہ لغات میں بھی لکھا ہے۔ اَلْاَبَدُ = اَلدَّھْرُ (منجد ص۱) پھر ص۲۲۵ پر لکھا ہے، اَلدَّھْرُ = اَلزَّمَانُ الطَّوِیْلُ۔ یعنی ابد کے معنے ہیں دھر اور دھر کے معنے ہیں لمبا زمانہ۔ امام راغب نے بھی خود لکھا ہے۔ تَاَبَّدَ الشَّیْئُ بَقِیَ اَبَدًا وَّیُعَبَّرُ بِہٖ عَمَّا یَبْقٰی مُدَّۃً طَوِیْلَۃً۔ (حاشیہ نہایہ ابن الاثیر جزء اوّل ص۹) یعنی تابد الشیئ کے معنے ہیں ابد تک رہی۔ اور یہ لفظ ایسی چیز کیلئے بھی بولا جاتا ہے جو کہ لمبی مدت تک رہے۔ سوم۔ قرآن شریف کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خالدین فیہا ابدًا کے الفاظ صرف کفار اور مشرکین کیلئے نہیں آئے بلکہ عام نافرمان مسلمانوں کے بارہ میں بھی وارد ہوئے ہیں۔ چنانچہ ایسے مسلمانوں کے حق میں جو کہ ورثہ کو قرآن اور حدیث کے حکم کے مطابق تقسیم نہیں کرتے خدا تعالیٰ یوں فرماتا ہے۔ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَہٗ یُدْخِلْہُ نَارًا خَالِدًا فِیْھَا (النساء ع۲) یعنی جو اللہ اور اس کے رسول ؐ کی نافرمانی کرتا ہے اور اسکے حدود سے آگے نکل جاتا ہے خدا اسکو آگ میں داخل کریگا۔ وہ اس میں رہیگا۔ یہاں پر باوجود اسکے کہ نافرمان مسلمان کے حق میں یدخلہ نارا خالدًا فیھا آیا ہے پھر بھی اہل السنتہ میں سے کوئی نہیں کہتا کہ گنہگار مومن ہمیشہ دوزخ میں رہیگا۔ دوسرے موقع پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ لَہٗ نَارَ جَھَنَّمَ خَالِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا۔ (الجن ع۲) یعنی جو شخص اللہ اور اسکے رسول ؐ کی نافرمانی کریگا۔ اسکے لئے جہنم کی آگ ہوگی وہ اسمیں ابد تک رہیگا۔ اس آیت میں بھی عام نافرمانی کا ذکر ہے۔ نہ یہاں کفر کی تعیین ہے اور نہ شرک کی تخصیص۔ تو کیا محض خدا کی اور اسکے رسول ؐ کی نافرمانی سے کوئی شخص دائمی عذاب پائیگا۔ ہرگز نہیں۔ علاوہ ازیں، آکل الربا کے بارہ میں بھی خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ۔ (بقرہ ع۳۸)

پس ثابت ہوا کہ خالدین فیہا ابدًا کے معنے یہاں پر صرف دیر تک رہنے کے ہیں نہ کہ غیر متناہی زمانہ تک۔ چہارم۔ حدیث میں گنہگار مومنوں کے بارہ میں ان سے زیادہ سخت الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جو کہ کفار اور مشرکین کے حق میں استعمال کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صلعم قَالَ مَنْ تَرَدّٰی مِنْ جَبَلٍ فَقَتَلَ نَفْسَہٗ فَھُوَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ یَتَرَدّٰی فِیْہِ خَالِدًا مُّخَلَّدًا فِیْھَا اَبَدًا۔ وَمَنْ تَحَسّٰی سَمًّا فَقَتَلَ نَفْسَہٗ فَسَمُّہٗ فِیْ یَدِہٖ یَتَحَسَّاہُ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خَالِدًا مُّخَلَّدًا فِیْھَا اَبَدًا وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَہٗ بِحَدِیْدَۃٍ فَحَدِیْدَتُہٗ فِیْ یَدِہٖ یَجَأُ بِھَا فِیْ بَطْنِہٖ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خَالِدًا مُّخَلَّدًا فِیْھَا اَبَدًا۔ (بخاری جلد ۴ ص۱۴) یعنی ابی ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلعم فرماتے ہیں جو شخص پہاڑ پر سے کود کر اپنے نفس کو قتل کریگا وہ جہنم میں جائیگا۔ اس میں کودا پڑیگا۔ اس میں صدیوں تک رہیگا۔

اور جو زہر پیکر اپنے آپ کو قتل کریگا تو اس کا زہر اسکے ہاتھ میں ہوگا۔ جہنّم میں جاکر اسکو پیئے گا۔ اس میں مُدّتوں تک رہیگا۔ اور جو کوئی اپنے اپکو ایک لوہے کے ساتھ قتل کرتا ہے سو اس کا لوہا اسکے ہاتھ میں ہوگا۔ اس کے ساتھ جہنّم میں جاکر اپنے پیٹ کو چاک کریگا۔ سالوں تک اس میں رہینگے۔ اس حدیث میں تین مرتبہ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا اَبَدًا آیا ہے۔ ایک پہاڑ سے کودنے والے کے حق میں۔ دوم زہر کھانے والے کے بارہ میں اور سوم اپنے آپکو چھری سے مارنے والے کے متعلق۔ مگر باوجود ایسے زوردار الفاظ ہونے کے پھر بھی کوئی نہیں کہتا کہ محض اپنے نفس کا قاتل خواہ کسی ذریعہ سے ہو جہنّم میں ہمیشہ رہیگا۔ پنجم۔ درحقیقت دوزخ کا ابدی ہونا محض ضعیف انسان کے احساس کے لحاظ سے ہے۔ کیونکہ آرام کا زمانہ خواہ کتنا بھی لمبا ہو انسان کو بہت چھوٹا معلوم ہوتا ہے اور تکلیف کا وقت جو خواہ کتنا قلیل ہو انسان کو بہت طویل محسوس ہوتا ہے اور جلد مایوس ہو جاتا ہے۔ پہلی حالت کے بارہ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ (یونس ع۵) یعنی جس دن خدا تعالیٰ ان کو اکٹھا کریگا تو گویا وہ ان میں سے نہیں رہے تھے مگر صرف ایک گھڑی۔ اسی طرح دوسری جگہ پر فرمایا كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ۔ (احقاف ع۴) یعنی جس دن اُسے دیکھیں گے جس کا انہیں وعدہ دیا جاتا ہے گویا ایک گھڑی ہی ٹھیرے تھے۔ اسی طرح دوسری حالت کے متعلق خدا فرماتا ہے لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوْسٌ قَنُوْطٌ (حٰم السجدة ع۶) یعنی انسان بھلائی کی دُعا سے نہیں تھکتا اور اگر اسکو تکلیف پُہنچے تو جھٹ مایوس اور سخت ناامید ہو جاتا ہے۔ غرض عذاب کا دائمی یا غیر منقطع ہونا صرف انسان کے احساس کے مطابق ہوگا ورنہ خدا تعالیٰ کے احسانات کے مقابلہ میں جہنّم کا کُل عذاب بالکل معمولی اور تھوڑا سا ہوگا۔ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا۔ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا۔ (النساء ع۲۳) یعنی یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ظلم کیا ایسا نہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ انکو بخشدے اور نہ انکو ہدایت دیگا کسی راہ کیلئے مگر جہنّم کی راہ، وہ اسمیں صدیوں تک رہینگے۔ اور اتنا عرصہ رہنا خدا کے نزدیک بالکل یسیر یعنی تھوڑا ہوگا۔ اس آیت میں ذٰلِكَ کا اشارہ اس خلود کی طرف ہے جسکو انسان اپنی کمزوری و ناتوانی کی بنا پر دائمی اور غیر متناہی قرار دے رہا ہے اور اسی کو خدا تعالیٰ يَسِيْرًا کہکر بالکل معمولی اور ہلکی قرار دیتا ہے۔ اسی طرح دوسری جگہ پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ

ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا۔ (احزاب ع ۴)
مذکورہ بالا بیان کسی ایسے ویسے آدمی کا نہیں ہے بلکہ کل ادیان کے موعودہ نبی کا بیان کیا ہُوا نکتۂ معرفت ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔ فَهُوَ زَمَانٌ اَبَدِيٌّ نِسْبَةً اِلٰى ضُعْفِ الْاِنْسَانِ وَمَحْدُوْدٌ نَظْرًا عَلٰى مِنَنِ الرَّحْمٰنِ۔ (انجام آتھم صفحہ ۱۱۵ حاشیہ) یعنی وہ زمانۂ عذاب بلحاظ انسان کی کمزوری و ناتوانی کے بے شک ابدی ہوگا مگر رحمٰن خدا کے احسانات کے مقابلہ میں بالکل محدود زمانہ ہوگا۔ اللّٰھم صل علٰی محمد وعلٰی آل محمد وعلٰی عبدک احمد المسیح الموعود وبارک وسلم

قسم رابع

کافر لوگ جہنم سے ہرگز نہیں نکلیں گے۔ اس کے ثبوت مندرجہ ذیل ہیں:۔

پہلا ثبوت:۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنَ النَّارِ (بقرہ ع ۲۰) وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنْهَا (المائدہ ع ۶) یعنی کافر لوگ دوزخ سے نہیں نکلیں گے۔

جواب:۔ بے شک وہ خود بخود نہیں نکلیں گے۔ مگر ارحم الراحمین خدا کی شفاعت عامہ سے ضرور نکالے جائینگے، جیسا کہ ہم مفصل و مدلل ثابت کر آئے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ لفظ بھی قابل غور ہے کہ کفار کے بارہ میں وَمَا هُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنَ النَّارِ آیا ہے یعنی وہ خود بخود آگ سے نہ نکل سکینگے، مگر جنت والوں کے حق میں فرمایا ہے۔ وَمَا هُمْ مِنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ۔ (الحجر ع ۴) یعنی جنتی لوگ جنت سے نکالے نہیں جائینگے۔ اس معمولی فرق سے روشن دماغوں پر کافی روشنی پڑ سکتی ہے۔

دوسرا ثبوت:۔ دوزخیوں کے حق میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ كُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ۔ (الحج ع ۲) یعنی جب کبھی وہ ارادہ کرینگے کہ اس سے غم کی وجہ سے نکل جائیں اس میں لوٹائے جائینگے اور جلنے کا عذاب چکھو۔ دوسری جگہ پر یوں فرمایا ہے:۔ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ۔ (النساء ع ۸) یعنی جب انکے چمڑے پک جائینگے ہم انکی جگہ اور چمڑے انکو دیدینگے تاکہ وہ عذاب چکھیں۔ ان دونو آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ دوزخیوں کی حالت دوزخ میں ہمیشہ ایسی رہیگی جیسا کہ آیات میں مذکور ہے۔

جواب:۔ ان دونو آیات سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ ہمیشہ ہمیش دوزخیوں کی یہ حالت ہو، کیونکہ ایسا خیال ہمارے گذشتہ دلائل کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے ان سے مراد صرف اتنی ہے کہ جبتک ان کے عذاب کی میعاد ختم نہ ہوئی دوزخ میں انکی وہی حالت رہیگی جو کہ آیات میں مذکور

ہوئی ہے۔ اس قسم کے الفاظ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ غیر منقطع زمانہ تک ایسی حالت رہیگی۔ اس قسم کے الفاظ قرآن کریم میں دوسرے مقامات پر بھی ہیں جن سے مراد صرف استمرار تجددی ہے نہ کہ استمرار ابدی۔ مثال کے طور پر دو آیات پیش ہوتی ہیں۔ اوّل كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ (بقرۃ ع۲) یعنی جب کبھی انپر روشنی ہوتا ہے چل پڑتے ہیں۔ حالانکہ ہر ایک جانتا ہے کہ منافقوں کی یہ حالت صرف ایک محدود زمانہ تک رہی تھی۔ دوم كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ۔ (المائدۃ ع۹) یعنی جب کبھی وہ لڑائی کے لئے آگ جلاتے ہیں اللہ اسکو بجھا دیتا ہے۔ یہاں بھی وہی لفظ استعمال ہوا ہے جو کہ دوزخی کے حق میں ہے۔ مگر ہر کس جانتا ہے کہ نبی کریم صلعم کے خلاف مخالفوں کا آگ جلانا بھی ایک معین مدت تک تھا:

قسم خامس

قرآن مجید کی متعدد آیتوں سے ثابت ہے کہ کفار عمل حبط ہوگا یعنی تمام کے تمام زائل ہو جائیگا۔ اس کا ثبوت مندرجہ ذیل آیتوں سے دیا جاتا ہے:۔

پہلا ثبوت۔ ۱۔ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ۔ (بقرۃ ع۲۷) یعنی جو شخص تم میں سے اپنے دین سے ارتداد اختیار کرے پھر مرجائے اس حال میں کہ وہ کافر ہی ہے سو انکے اعمال حبط ہو گئے دنیا میں اور آخرت میں۔ ۲۔ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ۔ (ابراھیم ع۳) یعنی ان لوگوں کی مثال جو اپنے ربّ کا انکار کرتے ہیں یہ ہے کہ انکے اعمال راکھ کی مانند ہیں جس پر آندھی کے دن زور سے ہوا چلے۔ اس میں سے جو کچھ انہوں نے کمایا تھا کچھ بھی قابو نہ کر سکیں گے۔ علاوہ ان دو آیتوں کے اور بہت سی آیتیں ہیں جن سے کفار کے عمل کا حبط ہونا ثابت ہوتا ہے۔ پس جب ان کا سارا عمل حبط اور زائل ہو گیا تو کس بنا پر وہ جنّت میں داخل ہونے کے مستحق ہونگے؟

جواب:۔ اوّل۔ کفّار کا دوزخ سے نکل جانا پھر جنّت میں داخل ہونا انکے اپنے عمل کی وجہ سے نہ ہوگا بلکہ محض خدا کے فضل اور اسکی شفاعت سے ہوگا۔ پس حرج نہیں کہ اگر کفار کا سارا عمل ضائع بھی ہوگیا ہو۔

دوم۔ یہ خیال بالکل غلط ہے کہ کفاروں اور مشرکوں کے تمام اعمال ضائع ہونگے۔ کیونکہ قرآن شریف کی بیسیوں آیات سے بالصراحت ثابت ہے کہ کسی شخص کا عمل خواہ کتنا بھی قلیل اور حقیر ہو ہرگز ضائع نہ ہوگا۔ مزید وضاحت کیلئے مندرجہ ذیل آیتیں پیش کیجاتی ہیں۔ (۱) يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ۔ (آل عمران ع۳)

یعنی جس دن ہر شخص جو کچھ اس نے نیکی کی ہے موجود پائیگا اور جو کچھ اس نے بدی کی ہے۔ (۲) فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔ (الزلزال) یعنی جو کوئی ایک ذرہ بھر بھی بھلائی کرے اسے وہ دیکھ لیگا اور جو کوئی ذرہ بھر بھی بدی کرتا ہے اسکو بھی دیکھ لیگا۔ (۳) وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حَاسِبِيْنَ۔ (انبیاء ع۴) یعنی اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی عمل ہوگا تب بھی ہم اسے لے آئینگے اور ہم حساب کرنے کیلئے کافی ہیں۔ (۴) يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ۔ (لقمان ع۲) یعنی اے میرے بیٹے! اگر وہ عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو پھر وہ کسی پتھر کے اندر ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں اللہ اسے ضرور لائیگا۔ یقیناً اللہ لطیف ہے اور ہر باریکیوں سے باخبر ہے۔ (۵) اِنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى۔ (آل عمران ع۲۰) یعنی میں تم میں سے کسی عمل کرنیوالے کے عمل کو ضائع نہیں کرونگا خواہ مرد ہو یا عورت۔ ان تمام آیات سے ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ کسی عمل کرنیوالے کے عمل کو ہرگز ضائع نہیں کرتا۔ کیونکہ ایسا کرنا ایک ظلم ہوگا جو کہ خدا کی شان سے بعید ہے۔ پس ان آیات کی موجودگی میں حبط عمل سے مراد صرف اتنی ہوگی کہ جتنا انکو فائدہ پہنچنا چاہیئے تھا بوجہ کثرت بدیوں کے نہیں پہنچا کیونکہ انکی معمولی نیکیوں کو انکی بے شمار بدیوں نے ڈھانپ لیا ہے۔ مگر باوجود اسکے انکے عذاب میں ضرور تخفیف ہوگی بنسبت ان لوگوں کے جن کی کوئی بھی نیکی نہ ہو ؎

دوسرا ثبوت۔ قرآن سے ثابت ہے کہ کفاروں کے عمل کا وزن نہ کیا جائیگا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَآئِهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا (الکھف ع۱۲) یعنی یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ربّ کی آیتوں اور اسکی ملاقات کا انکار کیا۔ پس انکے اعمال کام نہ آئے۔ سو قیامت کے دن ہم انکے لئے وزن قائم نہیں کرینگے۔ اس سے بھی کافر کے عمل کا حبط ہونا ثابت ہوتا ہے ؎

جواب:۔ یہ خیال کہ کفاروں کے عمل کو بالکل وزن نہیں کیا جائیگا۔ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ہر عمل کا وزن ہوگا خواہ کتنا ہی چھوٹا ہو۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ (الانبیاء ع۴) یعنی ہم رکھیں گے قیامت کے دن انصاف کی میزانیں، پس کسی نفس پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائیگا، اور اگر ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی عمل ہوگا تب بھی ہم اسے لے آئینگے، ہم خوب حساب کرنیوالے ہیں۔ جس خدا کا یہ فرمان ہو کیا اسکے متعلق کہہ سکتے ہیں کہ وہ کافروں کے تمام اعمال کو یونہی رائگان کر دیگا؟ ہرگز نہیں بلکہ ضرور اس کا وزن کریگا ؎

مذکورہ بالا آیت سے استدلال کرکے امام بخاری صاحبؒ خود تحریر فرماتے ہیں۔ بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالیٰ وَنَضَعُ الْمَوَازِیْنَ الْقِسْطَ لِیَوْمِ الْقِیَامَۃِ، وَاَنَّ اَعْمَالَ بَنِیْ اٰدَمَ وَقَوْلَھُمْ یُوْزَنُ۔ (بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۹۱) یعنی بنی آدم کے تمام اعمال اور اقوال کا وزن کیا جائیگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاری صاحبؒ کا بھی یہی مذہب ہے کہ ہر انسان کا عمل خواہ فعل ہو یا قول انصاف کی میزان کے ساتھ وزن کیا جائیگا اور کسی انسان کا عمل خواہ کتنا بھی حقیر ہو اس کا بھی وزن ہوگا *

اس مسئلہ کے متعلق کہ آیا کافر کے اعمال کا وزن کیا جائیگا یا نہیں کیا جائیگا علامہ محمد بن اسمٰعیل یمنی نے اپنی کتاب سبل السلام شرح بلوغ المرام میں مفصل لکھا ہے۔ اور اس بات کو ترجیح دی ہے کہ کافر کا عمل ضرور وزن کیا جائیگا۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔ "ونقل القرطبي عن بعض العلماء انه قال، الکافر مطلقا لا ثواب له ولا توضع حسنته فی المیزان لقوله تعالیٰ، "فلا نقیم لھم یوم القیامة وزناً" ولحدیث ابی ھریرة فی الصحیح، "الکافر لا یزن عند اللّٰه جناح بعوضة"۔ واجیب بان ھذا مجاز عن حقارة قدره ولا یلزم منه عدم الوزن۔ والصحیح ان الکافر توزن اعماله الخ (سبل السلام جزء ۴ صفحہ ۱۷۹ مصری)۔ یعنی امام قرطبی نے بعض علماء کا یہ قول نقل کیا ہے کہ کافر کو قطعاً ثواب نہیں ملیگا اور نہ انکی نیکیاں میزان پر رکھی جائینگی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔ "پس ہم انکے لئے قیامت کے دن میزان قائم نہیں کرینگے"۔ نیز ایک صحیح حدیث ابی ہریرہ سے بھی مروی ہے:۔ "خدا کے نزدیک کافر کا اتنا بھی وزن نہ ہوگا جتنا کہ ایک مچھر کا پر"۔ اور اس کا یہ جواب دیا گیا ہے کہ یہ محض ایک مجاز ہے کافر کی بے قدری کیلئے اور اس سے لازم نہیں ہوتا کہ انکے عمل کا وزن نہ ہوگا۔ پس صحیح بات یہی ہے کہ کافر کے تمام اعمال کا وزن کیا جائیگا *

غرض، کافر کے عمل کے وزن نہ ہونے سے مراد صرف اتنی ہے کہ کافر کا عمل خدا تعالیٰ کے نزدیک اتنا حقیر ہے کہ گویا اس کا وزن ہی نہیں۔ اور یہ انکی بدیوں اور گناہوں کی کثرت کی وجہ سے ہوگا *

قسم سادس

مشرک کا گناہ ہرگز معاف نہیں کیا جائیگا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَاءُ وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰہِ فَقَدِ افْتَرٰی اِثْمًا عَظِیْمًا۔ (النساء ع ۷) یعنی یقیناً اللہ نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شریک بنایا جائے اور جو اسکے علاوہ ہے جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے، اور جو اللہ کا شریک کرتا ہے وہ یقیناً ایک بڑا گناہ افترا کرتا ہے۔ دوسرے مقام پر یوں فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَاءُ وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰہِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا۔ (النساء ع ۱۸)

یعنی یقیناً اللہ نہیں معاف کرتا کہ اسکے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم ہے جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔ اور جو اللہ کا شرک کرتا ہے یقیناً وہ گمراہی میں دُور نکل گیا۔ ان دو آیتوں سے صاف ثابت ہُوا کہ شرک کا گناہ ہرگز معاف نہ ہوگا۔ بیشک اس سے چھوٹے چھوٹے گناہ معاف ہو سکتے ہیں۔ جب شرک کا گناہ معاف ہی نہ کیا جائیگا تو کیونکر ایک مشرک دوزخ سے نکل کر جنت النعیم میں داخل ہوگا ؛

جواب:۔ ان آیات سے یہ استدلال کرنا کہ کافر یا مشرک دوزخ سے نہیں نکل سکیگا بالکل کمزور استدلال ہے۔ کیونکہ شرک کے معاف نہ ہونے سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ مشرک ہمیشہ دوزخ میں رہیگا۔ بلکہ کسی گناہ کے معاف نہ ہونے سے یہ مراد ہے کہ خدا تعالیٰ کسی مشرک کو سزا دیئے بغیر نہیں چھوڑیگا۔ اور جب سزا کی میعاد ختم ہو جائیگی تو وہ خود بخود چھوٹ جائینگے۔ حدیث کی رُو سے گناہ کی تین قسمیں ہیں۔ اوّل وہ گناہ جو کہ عذاب کے بغیر معاف نہیں کیا جائیگا۔ دوم وہ گناہ بدلہ لئے بغیر نہیں چھوڑا جائیگا۔ سوم وہ گناہ جو کہ سزا کے بغیر معاف کیا جائیگا۔ پس اوّل الذکر گناہ کی دونو قسمیں بغیر سزا یا بدلہ لینے کے معاف نہ ہوگا۔ چنانچہ نبی کریم صلعم فرماتے ہیں۔ ذَنْبٌ لَا يُغْفَرُ، وَذَنْبٌ لَا يُتْرَكُ، وَذَنْبٌ يُغْفَرُ:۔ فَاَمَّا الَّذِي لَا يُغْفَرُ فَالشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَاَمَّا الَّذِي يُغْفَرُ فَذَنْبُ الْعَبْدِ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ، وَاَمَّا الَّذِي لَا يُتْرَكُ فَظُلْمُ الْعِبَادِ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، طبرانی عن سلمان۔ صحیح۔ (جامع صغیر جلد ا صفحہ ۵۸۴) یعنی ایک گناہ وہ ہے جو بخش نہیں دیا جائیگا۔ دوسرا وہ گناہ ہے جو بدلہ لئے بغیر یوں ہی چھوڑا نہیں جائیگا۔ اور تیسرا وہ جو بغیر سزا یا بدلہ کے یونہی معاف کیا جا سکیگا۔ اوّل الذکر گناہ سے شرک مراد ہے۔ دوسرے سے مراد وہ گناہ ہے جو ایک بندہ دوسروں پر ظلم کرنے سے کرتا ہے۔ اور تیسرے سے مراد وہ گناہ ہے جو شرک کے علاوہ خدا کے حق میں کیا جاتا ہے "

اس حدیث سے ثابت ہُوا کہ شرک کے علاوہ اور بھی گناہ ہے جسکو خدا تعالیٰ یونہی معاف نہ کریگا اور اپنے مقررہ قانون کے مطابق معاف بھی نہ کر سکیگا جبتک کہ ظالم سے مظلوم کا حق نہ دلائے۔ پس جسطرح ایک ظالم محض اپنے ظلم کی وجہ سے ہمیشہ دوزخ میں نہ رہیگا بلکہ مظلوم کے حق کو واپس کرنے کے بعد دوزخ سے رہائی پائیگا اسی طرح ایک مشرک محض اپنے شرک کی وجہ سے دوزخ میں دائمی نہ رہیگا بلکہ سزا بھگتنے کے بعد نجات حاصل کریگا۔ اور ان دو گناہوں کے علاوہ جسے خدا تعالیٰ چاہے یوں ہی معاف کر سکتا ہے ؛

قسمِ سابع

قرآن شریف سے بھی ثابت ہے کہ بہشت اور بہشت کی تمام نعمتیں مومنوں کیلئے خاص ہے۔ چنانچہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے:۔ (۱) قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ (اعراف ع) یعنی کہو کس نے حرام کیا ہے اللہ کی

زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کیلئے نکالی ہے اور کھانے کی عمدہ چیزوں کو۔ کہو وہ دُنیا کی زندگی میں ان لوگوں کیلئے ہیں اور قیامت کے دن خالص ان کے لئے۔ (۲) وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ۔ (اعراف ع ۱۹) یعنی میری رحمت ہر شے پر حاوی ہے۔ پس میں اسکو ان لوگوں کیلئے لکھ دونگا جو تقوی کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو لوگ ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ (۳) تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا۔ (مریم ع ۴) یعنی یہ وہ جنّت ہے جس کا وارث ہم اپنے بندوں میں سے اسے بناتے ہیں جو متقی ہو ؂

ان آیتوں سے ثابت ہے کہ جنّت کا وارث صرف متقی لوگ ہونگے اور جنّت کی تمام نعمتیں بھی خالص مومن کیلئے ہونگی۔ جن سے صاف پتہ لگتا ہے کہ کسی کافر یا مشرک کو جنّت میں طفیلی بننے کی گنجائش نہ ہوگی ؂

جواب:- اوّل۔ یہ بالکل درست اور صحیح ہے کہ جنّت کا وارث صرف مومن ہونگے۔ اور کسی کافر یا مشرک کو جبتک کہ اس میں کفر اور شرک باقی ہے جنّت میں ہرگز داخل نہ ہو سکیگا۔ لیکن جب ہیبت ناک عذاب کو دیکھ کر ان کا کفر اور شرک زائل ہو کر ایمان اور یقین سے بدل جائیگا تو اسوقت یقیناً وہ جنّت میں داخل ہونیکے قابل ہونگے؂

دوم۔ اس قسم کے الفاظ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ کافر یا مشرک لوگ کسی وقت بھی جنّت میں داخل نہ ہونگے۔ اور جنّت صرف مومنوں کا غیر مشترک ورثہ ہے۔ کیونکہ دوزخ کے بارہ میں بھی قرآن شریف سے ثابت ہے کہ یہ خاص کافر لوگوں کیلئے ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ۔ (بقرۃ ع ۳) یعنی تم ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن عام لوگ اور بڑے بڑے سخت دل والے لوگ ہونگے۔ جو کہ کافروں کے لئے تیار کی ہوئی ہے۔ دوسری جگہ فرمایا۔ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (آل عمران ع ۱۴) یعنی تم آگ سے ڈرو جو کافر لوگوں کیلئے تیار کی ہوئی ہے۔ ان دونو آیتوں میں صاف فرمایا ہے کہ دوزخ کافروں کے لئے تیار کی ہوئی ہے۔ مگر باوجود اسکے نافرمان مسلمان بھی آگ میں داخل ہو جائینگے۔ پس معلوم ہوا کہ ان دونو آیتوں کے صحیح معنے یہ ہیں کہ دوزخ کے سزاوار علیٰ وجہ الاولیٰ صرف کافر لوگ ہوں گے گو بعد میں نافرمان مومن بھی اس میں داخل ہونگے اسی طرح معترض کے پیش کردہ آیات کا بھی یہی مطلب ہے کہ جنّت کے وارث اور اسکے حقدار علیٰ وجہ الاولیٰ صرف مومن لوگ ہونگے، لیکن بعد میں صاف شدہ کافر اور مشرک لوگ بھی بیشک اسمیں داخل ہونگے ؂

قسم ثامن

قرآن کریم سے صاف ثابت ہے، کہ خدا تعالیٰ نے جنّت کو مشرکوں اور کافروں کیلئے حرام کر دیا ہے۔

چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ۔ (المائدہ ع) یعنی جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے یقیناً اللہ نے اس پر جنت کو حرام کر دیا ہے اور اس کا ٹھکانا آگ ہے اور ظالموں کیلئے کوئی مددگار نہیں۔ اب جس چیز کو خدا تعالیٰ نے مشرکوں کیلئے حرام قرار دیا ہے کون اسکو حلال کر سکیگا۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔ (الاعراف ع) یعنی دوزخ والے جنت والوں کو پکارینگے کہ ہم پر کچھ پانی بہاؤ یا اس سے کچھ دیدو جو اللہ نے تم کو رزق دیا ہے۔ وہ کہیں گے اللہ نے ان چیزوں کو کافروں پر حرام کر دیا ہے۔

ان دونو آیتوں سے صاف ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ نے جنت اور جنت کی تمام نعمتوں کو کافروں اور مشرکوں پر حرام کر دیا ہے۔ جن سے کافر اور مشرک کا دوزخ میں دائمی ہونا نہایت وضاحت کے ساتھ ثابت ہوتا ہے ؛

جواب:۔ اوّل۔ بیشک کافروں اور مشرکوں پر اسوقت تک جنت اور جنت کی ساری نعمتیں حرام ہیں جبتک کہ ان کے اندر کفر اور شرک باقی ہیں۔ لیکن جب ان کا کفر اور شرک سزا پانے کے بعد زائل ہو جائینگے تو جنت بھی ان کیلئے حلال ہو جائے گی ؛

دوم۔ ان دونو آیتوں میں حَرَّمَ کا لفظ محض مزید ترہیب کے لئے آیا ہے اور اس سے سچ مچ حرام ہرگز مراد نہیں۔ حدیث شریف میں یہ لفظ بہت کثرت سے استعمال ہوتا ہے جس سے غرض یا تو محض ترہیب (ڈرانا) ہوتی ہے یا فقط ترغیب (امید دلانا) منظور ہوتی ہے۔ قارئین کی دلچسپی کیلئے دو دو مثالیں درج ذیل کی جاتی ہیں:۔

(۱) احادیث میں حَرَامٌ یا حَرَّمَ کا لفظ محض ترہیب کیلئے

۱۔ نبی کریم صلعم فرماتے ہیں۔ اَلْجَنَّةُ حَرَامٌ عَلٰى كُلِّ فَاحِشٍ اَنْ يَّدْخُلَهَا۔ ابن ابی الدنیا فی الصمت۔ ابو نعیم فی الحلیۃ عن ابی عمرو، (جامع صغیر ج ۱ ص ۱۹۶) یعنی ہر ایک فحش گو پر حرام ہے کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے۔ کیا واقعی بدزبان مسلمان بھی جنت میں داخل نہ ہوگا۔ پس یہ لفظ محض ڈرانے کیلئے ہے ؛

۲۔ نبی کریم صلعم فرماتے ہیں:۔ مَنْ قَتَلَ مُعَاهِدًا فِيْ غَيْرِ كُنْهِهٖ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ، احمد۔ ابو داؤد۔ نسائی۔ حاکم عن ابی بکرۃ، حدیث صحیح، (جامع صغیر ج ۲ ص ۱۴۵) یعنی جو شخص کسی معاہد کو قتل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔ کیا اگر کوئی مسلمان بادشاہ کسی معاہد کو قتل کر بیٹھے اس کیلئے بھی سچ مچ جنت حرام ہوگی؟ قطعاً نہیں!!

۳۔ مَا مِنْ عَبْدٍ يَسْتَرْعِيْهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً يَمُوْتُ يَوْمَ يَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌّ لِرَعِيَّتِهِ اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ۔ بخاری، مسلم، عن معقل بن یسار، حدیث صحیح۔ (جامع صغیر جزء ۲ صفحہ ۱۴۷۔ بخاری ۴ صفحہ ۱۱۹) یعنی کوئی ایسا بندہ نہیں جسکو خدا تعالیٰ ایک رعیت کا نگران بنائے پھر وہ مرے اس حال میں کہ وہ اپنی رعیت کا غدار ہو۔ مگر اللہ نے اس پر جنّت کو حرام کر دیا ہے۔ کیا کافر اور مشرک کے علاوہ قوم کے غدار کیلئے بھی جنّت کو حرام کر دیا ہے؟ ہرگز نہیں!

۴۔ عَنْ سَعْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صلعم يَقُوْلُ مَنِ ادَّعَى اِلٰى غَيْرِ اَبِيْهِ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهُ غَيْرُ اَبِيْهِ فَالْجَنَّةُ عَلَيْهِ حَرَامٌ۔ (بخاری جزء ۴ صفحہ ۱۰۵، جامع صغیر جلد ۲ صفحہ ۴۸۴) یعنی جو شخص اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتا ہے اس حال میں کہ وہ جانتا ہے کہ وہ شخص اس کا حقیقی باپ نہیں تو ایسے شخص کیلئے جنّت حرام ہے۔ کیا سچ مچ ایسے شخص کے لئے جنّت حرام ہوگی؟

۵۔ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى حَرَّمَ الْجَنَّةَ عَلٰى كُلِّ مُرَاءٍ۔ ابی نعیم فی الحلیۃ، دیلمی فی مسند الفردوس۔ عن ابی سعید (جامع صغیر جلد ۱ صفحہ ۲۳۱) یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر ریاکار پر جنّت کو حرام کر دیا ہے۔ اب ذرا بتاؤ تو سہی کہ کیا ریاکاروں کیلئے جنّت ایسی ہی حرام ہے جیسا کہ کافر اور مشرک کیلئے ہے؟

۶۔ ثَلَاثَةٌ قَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَنَّةَ:۔ مُدْمِنُ الْخَمْرِ، وَالْعَاقُّ، وَالدَّيُّوْثُ الَّذِيْ يُقِرُّ فِيْ اَهْلِهِ الْخُبْثَ۔ احمد فی مسندہ عن ابن عمر (جامع صغیر جلد ۱ صفحہ ۱۲۵) یعنی تین اشخاص پر خدا تعالیٰ نے جنّت کو حرام کر دیا ہے، اوّل دائمی شرابی پر، دوم والدین کے نافرمان پر، سوم ایسے دیوث پر جو کہ اپنی بیوی کی بدکاری کا اقرار کر کے پھر خاموش رہتا ہے۔

پس تمام مذکورہ بالا حدیثوں سے صاف ثابت ہے کہ صرف کافر اور مشرک نہیں ہیں جن کے اوپر جنّت کو حرام قرار دیا گیا ہو بلکہ ہر بدگو۔ معاہد کا قاتل۔ قوم کا غدار۔ غیر کی طرف منسوب ہونیوالا۔ ہر ریاکار۔ ماں باپ کا نافرمان اور ہر دیوث و بے غیرت۔ شرابی کیلئے بھی حرام قرار دیا ہے۔ پس جس طرح ان تمام لوگوں کیلئے سزا پانے کے بعد جنّت حلال ہوگی اسی طرح کافر اور مشرک کیلئے کفر اور شرک سے پاک و مطہر ہونے کے بعد بھی حلال ہوگی۔

(۲)۔ احادیث میں حَرَامٌ یا حَرَّمَ کا لفظ محض ترغیب کیلئے۔

۱۔ مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ۔ (احمد، بخاری، ترمذی، نسائی عن ابی عبس۔ حدیث صحیح، (جامع صغیر جزء ۲ صفحہ ۴۹۸ ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۹۶) یعنی جس شخص کے دونو قدم خدا کی راہ میں غبار آلود ہو جائیں خدا تعالیٰ اس پر آگ کو حرام کر دیتا ہے۔ حالانکہ ضروری نہیں کہ محض خدا کی راہ میں قدم کے غبار آلود ہونے کی وجہ سے کوئی شخص بالکل دوزخ کی سزا سے بچ جائے۔ پس یہ کلام محض خدا کی راہ

میں جانے کی ترغیب دینے کیلئے ہے ؛

۲۔ مَنْ دَفَنَ ثَلَاثَةً مِنَ الْوَلَدِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ۔ طبرانی فی الکبیر عن واثلۃ، حدیثٌ حسنٌ (جامع صغیر جزء ۲ صفحہ ۵۱۸) یعنی جس نے (صبر کے ساتھ) اپنے تین بچوں کو دفن کیا خدا تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام کر دیتا ہے۔ حالانکہ کافر اور مشرک لوگوں میں بھی ایسے کئی ملینگے جنہوں نے اپنی اولاد کی وفات پر بہت صبر اور استقلال دکھایا اور اپنی وفات شدہ بچوں کو نہایت تسلّی کے ساتھ دفن کیا۔ تو کیا ایسے کافر اور مشرک کیلئے بھی آگ جہنّم حرام ہوگی ؟

۳۔ مَنْ رَابَطَ فُوَاقَ نَاقَةٍ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ۔ (جامع صغیر جزء ۲ صفحہ ۵۲۰) یعنی جس نے خدا کی راہ میں صرف اتنی دیر رباط کیا جتنا کہ ایک پستان سے دوسرے پستان تک دودھ دوھنے کا وقفہ ہوتا ہے خدا تعالیٰ اس پر آگ کو حرام کر دیتا ہے۔ حالانکہ کئی ایسے منافق بھی ملینگے جنہوں نے خدا کی راہ میں کئی ہفتہ یا مہینہ گزارا ہے۔ کیا ایسوں کے لئے بھی آگ حرام ہوگی ؟

۴۔ مَنْ شَهِدَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَرَّمَ عَلَيْهِ النَّارُ۔ احمد، مسلم، ترمذی عن عبادۃ۔ حدیثٌ صحیحٌ۔ (جامع صغیر جلد ۲ صفحہ ۵۲۹) یعنی جو شخص گواہی دیتا ہے کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ اور یقیناً محمد اللہ کا رسول ہے اس پر آگ حرام کیجاتی ہے۔ حالانکہ ہر ایک جانتا ہے کہ بہت سے کلمہ گو دوزخ کا ایندھن بنیں گے ؛

۵۔ مَنْ صَلّٰى قَبْلَ الْعَصْرِ اَرْبَعًا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ۔ طبرانی فی الکبیر عن ابن عمرو۔ حدیثٌ حسنٌ، (جامع صغیر جلد ۲ صفحہ ۵۳۲) یعنی جو شخص عصر سے قبل چار رکعت نفل پڑھتا ہے خدا تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام کر دیتا ہے۔ حالانکہ عصر سے قبل والی نفل ایسی اہمیت نہیں رکھتی جیسا کہ دیگر نوافل ہوتی ہیں ؛

۶۔ مَنْ قَاتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فُوَاقَ نَاقَةٍ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلٰى وَجْهِهِ النَّارَ۔ احمد عن عمرو بن عنبسۃ، حدیثٌ حسنٌ۔ (جامع صغیر جلد ۲ صفحہ ۵۴۳) یعنی جس شخص نے چند سیکنڈوں میں خدا کی راہ میں جہاد کیا ہے خدا تعالیٰ اسکے چہرہ پر آگ کو حرام کر دیتا ہے۔ حالانکہ بعض منافقوں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان تک دیدی ہے تو کیا ایسے منافق کیلئے بھی آگ حرام ہوگی ؟

۷۔ مَنْ كَانَ سَهْلًا هَيِّنًا لَيِّنًا حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ۔ حاکم، بیہقی عن ابی ہریرۃ۔ حدیثٌ صحیحٌ (جامع صغیر جلد ۲ صفحہ ۵۵۰ نیز مشکوٰۃ صفحہ ۴۳۲) یعنی جس شخص کا دل، زبان اور طبیعت نرم ہو خدا تعالیٰ اس پر آگ کو حرام کر دیتا ہے۔ دوسری روایت یوں آتی ہے۔ حُرِّمَ عَلَى النَّارِ كُلُّ هَيِّنٍ لَيِّنٍ سَهْلٍ قَرِيْبٍ مِنَ النَّاسِ۔ احمد فی مسندہ عن ابی مسعود، حدیثٌ حسنٌ۔ (جامع صغیر جلد ۱ صفحہ ۵۰۳)۔

حالانکہ کفار اور مشرکین میں بھی کئی ایسے نظر آئینگے جنکے دل زبان اور طبائع نہایت نرم ہونگے۔ کیا ایسوں کو بھی آگ جہنم بالکل نہ چھوئے گی؟

۸۔ مَنْ اَطْعَمَ اَخَاہُ الْمُسْلِمَ شَهْوَتَهٗ حَرَّمَهُ اللّٰهُ عَلَى النَّارِ۔ بیہقی فی شعب الایمان عن ابی ہریرۃ۔ حدیث حسن۔ (جامع صغیر جلد ۲ صفحہ ۴۹۶) یعنی جو شخص اپنے کسی مسلم بھائی کو اپنا پسندیدہ کھانا کھلاتا ہے خدا تعالیٰ اس پر آگ کو حرام کر دیتا ہے۔ ایسی سخاوت تو دجال میں بھی پائی جاتی ہے تو کیا دجال کیلئے بھی آگ حرام ہوگی؟

۹۔ حُرِّمَتِ النَّارُ عَلٰى عَيْنٍ بَكَتْ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ، وَحُرِّمَتِ النَّارُ عَلٰى عَيْنٍ سَهِرَتْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَحُرِّمَتِ النَّارُ عَيْنٍ غَضَّتْ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ، اَوْ عَيْنٍ فُقِئَتْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ۔ طبرانی، حاکم عن ابی ریحانۃ۔ حدیث صحیح (جامع صغیر جلد ۱ صفحہ ۵۰۳) یعنی چار آنکھوں پر آگ جہنم حرام کیجاتی ہے۔ اوّل اس آنکھ پر جو کہ خدا کی خشیت سے روئی۔ دوم اس پر جو خدا کی راہ میں بیدار ہوئی۔ سوم اس آنکھ پر جس نے خدا کی حرام کردہ چیزوں پر نظر نہ اٹھائی۔ اور چہارم اس آنکھ پر جو خدا کی راہ میں پھوڑی گئی۔ حالانکہ بعض منافق بھی گاہے گاہے خدا کے خوف سے چیخ چیخ کر روتے ہیں اور خدا کی راہ میں ساری رات جاگتے ہیں۔ نیز ایک آنکھ کیا بعض تو اپنی جان تک دیدیتے ہیں مگر پھر بھی جہنمی جہنمی رہتے ہیں۔ اسی طرح بہت سے ایسے ملّاں مل جائینگے جنہوں نے نامحرموں کے دیکھنے سے اپنی نظروں کو خوب بچایا ہے یہاں تک کہ چلتے وقت بھی ہمیشہ وہ اپنی گردنوں کو نیچے جھکائے رکھتے ہیں مگر درحقیقت خدا کے نزدیک وہ بالکل شرّ من تحت ادیم السماء ہوتے ہیں ؛

پس ان تمام مذکورہ بالا حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ بسا اوقات ایسا بولا جاتا ہے کہ فلاں فلاں شخص اور فلاں فلاں کام کرنیوالے کیلئے آگ حرام کر دیگئی ہے۔ اور ان سے مراد صرف اتنی ہوتی ہے کہ فلاں کام آگ سے بچانے کا ایک ذریعہ ہوتا ہے۔ نہ یہ کہ ایسا کام کرنیوالا ہرگز ہرگز دوزخ میں نہ جائیگا۔ کیونکہ دوزخ میں داخل کرنیکے اسباب بھی بہت سے ہوتے ہیں۔ جب ان اسباب کی کثرت ہوگی تو دوزخ سے بچانے کا ذریعہ مغلوب ہو جائیگا۔ سو اس قسم کے کلمات اور الفاظ کے بولنے سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ لوگوں میں ایسے کام کرنیکی ترغیب ہو جس سے دوزخ کا عذاب دور کیا جاسکے ؛

قسم تاسع

قرآن مجید کی متعدد آیتوں سے ثابت ہے کہ کافر اور مشرکوں کیلئے کوئی شفاعت قبول نہ ہوگی چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ۔ (بقرۃ ع ۶) یعنی نہ اس سے شفاعت قبول کیجائیگی اور نہ بدلہ اس سے لیا جائیگا۔ دوسری جگہ فرمایا۔ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ۔ (المدثر ع ۲) یعنی انکو کسی شفاعت کرنیوالے کی شفاعت نفع نہ دیگی۔ وغیرہ وغیرہ ؛

جواب۔ اوّل آیت نمبر ۱ صرف کافر اور مشرک کے حق میں نہیں آئی بلکہ عام لوگوں کیلئے ہے چنانچہ مکمل آیت یوں ہے۔ وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْئًا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ الآیۃ (البقرہ ع) یعنی تم اس دن سے ڈرو جبکہ کوئی جی کسی جی کا کچھ کام نہ آئیگا اور نہ اس سے شفاعت قبول کیجائیگی۔ حالانکہ ہر ایک مانتا ہے کہ مومن لوگوں کے حق میں شفاعت ضرور قبول ہوگی۔ اسی طرح آیت نمبر ۲ بھی صرف کافر اور مشرک کے متعلق نہیں آئی بلکہ نماز چھوڑنے والوں اور مسکینوں کو کھانا نہ کھلانے والوں کے حق میں ہے۔ ملاحظہ ہو المدثر ع ۳ ۔ حالانکہ ایسے لوگوں کیلئے بھی شفاعت ضرور ہوگی ؛

دوم۔ بیشک اس قسم کی آیات کافروں اور مشرکوں کے بارہ میں بھی آئی ہیں۔ لیکن ان سے مراد صرف ڈرانا ہوتی ہے۔ کیونکہ اس سے قبل ہم ثابت کر آئے ہیں کہ ابو طالب کو نبی کریم صلعم کی شفاعت سے ضرور نفع ہوگا۔ ملاحظہ ہو دلیل قسم ثانی کی تردید میں ؛

سوم۔ فرض کر لو کہ کافروں اور مشرکوں کو نہ فرشتوں کی شفاعت فائدہ مند ہوگی نہ انبیاء کی سفارش نفع دیگی اور نہ ہی کسی مومن کی شفاعت کارگر ہوگی۔ مگر ارحم الراحمین کی شفاعت یقیناً ان پر رحمت کا سیلاب بہائے گی ؛

قسم عاشر

قرآن کریم سے بھی ثابت ہے کہ خدا تعالیٰ نے کافر کے جنت میں داخل ہونیکو ناممکنات میں شامل کر دیا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى یَلِجَ الْجَمَلُ فِیْ سَمِّ الْخِیَاطِ ۔ (اعراف ع) یعنی یقیناً وہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان پر بڑائی کی ان کیلئے آسمان کے دروازے کھولے نہیں جائینگے اور نہ وہ جنت میں داخل ہو سکیں گے یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں داخل ہو جائے۔

اس آیت سے صاف ثابت ہے کہ جس طرح اونٹ کا ایک سوئی کے ناکہ میں داخل ہونا ایک محال بات ہے، اسی طرح کافر کا جنت میں داخل ہونا بھی ایک محال اور ناممکن الحصول بات ہے ؛

جواب۔ اوّل۔ ہم یہ ماننے کیلئے ہرگز تیار نہیں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکہ میں داخل ہونا ایک غیر مشروط محال بات ہے، بلکہ اس کا محال ہونا صرف اسوقت تک ہے جب تک کہ اونٹ اپنی بڑائی میں ہے اور سوئی کا ناکہ اپنی تنگی میں قائم ہو۔ لیکن جب اونٹ کے وجود کو چھوٹا چھوٹا اور باریک باریک کیا جائے اور سوئی کے ناکہ کو بڑا کیا جائے تو اونٹ کا سوئی کے ناکہ میں داخل ہونا بالکل ممکن اور آسان ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کافر اور مشرک لوگ جبتک کہ انکے اندر کبر اور بڑائی ہوگی اسوقت تک خدا کی رحمت کا دروازہ انکے لئے نہیں کھلیگا۔ جیسا کہ حدیث میں بھی آیا ہے۔ وَلَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ اَحَدٌ فِیْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ مِّنْ كِبْرٍ ۔ رواہ مسلم (مشکوٰۃ صہ ۴۳۳) یعنی جس شخص کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی کبر ہوگا وہ جنت میں ہرگز داخل نہ ہو سکیگا۔ لیکن جب اس کا کبر اور بڑائی سزا بھگتنے کے بعد جاتی رہیگی تو اسکے لئے سَو فیصدی خدا کی رحمت کا دروازہ کھل جائیگا۔ اور شروع مضمون میں ہم ثابت کر آئے ہیں کہ آخرت کے دن

کافر لوگ اور مشرک لوگ بالکل عاجزی اور خاکساری اختیار کریں گے اور خدا کی رحمت اسوقت سَو فیصدی ظاہر ہو جائیگی۔ پس جس وقت کافروں اور مشرکوں کا وجود بہت ہی چھوٹا اور حقیر ہوگا۔ اور خدا کی رحمت کا حلقہ بالکل سَو فیصدی کھل جائیگا تو کیا کافروں اور مشرکوں کا جنت میں داخل ہونا ایک محال بات رہ سکیگی؟

دوم۔ درحقیقت یہ آیت بھی محض ترہیب یعنی ڈرانے کیلئے ہے۔ کیونکہ اس طرز کا کلام صرف کفار اور مشرکوں کے حق میں نہیں آیا بلکہ دوسروں کے بارہ میں بھی ہے۔ چنانچہ نبی کریم صلعم محض ترغیب یعنی امید لانے کیلئے فرماتے ہیں عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم لَا یَلِجُ النَّارَ مَنْ بَکٰی مِنْ خَشْیَۃِ اللّٰہِ حَتّٰی یَعُوْدَ اللَّبَنُ فِی الضَّرْعِ ...... رواہ الترمذی۔ (مشکوٰۃ صفحہ ۳۳۲ ۔ ترمذی جلد ۱ صفحہ ۱۹۶)

یعنی نبی کریم صلعم فرماتے ہیں جو شخص خدا کی خشیت سے رویا وہ ہرگز آگ میں داخل نہ ہوگا یہاں تک کہ دودھ پستان میں لوٹ آئے۔ اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح دودھ کا پستان میں لوٹ آنا ایک محال بات ہے اسی طرح خدا کی خشیت سے رونے والے کا آگ میں داخل ہونا بھی ایک محال اور ناممکن بات ہے۔ حالانکہ ہر ایک جانتا ہے کہ محض خدا کی خشیت سے رونا کسی انسان کو دوزخ کے تمام عذابوں سے نجات نہیں دے سکتا۔ پس جس طرح یہ حدیث مقام ترغیب میں (امید دلانا) ہے اسی طرح وہ آیت بھی محل ترہیب (ڈرانے) میں ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ:۔ بعض لوگ ہمارے دلائل سے عاجز آکر کہا کرتے ہیں کہ یہ عقیدہ کہ تمام دوزخیوں کو آخرکار دوزخ سے رہائی ہوگی اور ان کو جنت میں داخل ہونا نصیب ہوگا ایک ایسا عقیدہ ہے جو کہ بدکاروں کو دلیر بناتا ہے اور نیکی کرنے والوں کو سست و غافل کر دیتا ہے۔ کیونکہ اگر عذاب جہنم سے آخر نجات ہی ہے تو خواہشات نفسانی سے اتنی پرہیز کرنیکی کیا ضرورت ہے۔ اسی طرح اگر ہر ایک کو جنت ملنے والا ہے تو آگ جہنم کی کیا پرواہ ہے۔

سو ایسا شبہ پیش کرنے والے کو ہم دو جواب دیتے ہیں:۔

اوّل یہ کہ ہر ایک کو معلوم ہے کہ چوری، جھوٹی گواہی، لڑائی وغیرہ وغیرہ کی سزائیں محض عارضی اور وقتی ہوتی ہیں۔ مگر پھر بھی کوئی عقلمند ایسی برائیوں کے ارتکاب کرنیکی جرأت نہیں کریگا۔ صرف نادان اور بیوقوف لوگ ہی ایسی بدیوں میں پھنس سکتے ہیں۔ اسی طرح عذاب جہنم میں پڑنے کی جرأت صرف نادان اور جاہل لوگ ہی کرینگے۔ عقلمند ہمیشہ ایسی باتوں سے اجتناب کرنے کی کوشش کرے گا۔

دوم یہ کہ دُنیا میں کوئی ایسا عقلمند کہیں نہ ملیگا جو کہ انعام کی خاطر جُوتی کھانے کیلئے تیار ہو۔ بلکہ وہ ہمیشہ اچھا اچھا کام کرکے انعام حاصل کرنیکی کوشش کرے گا۔

ایک آخری سوال مان لیا کہ تمام دوزخی خواہ کافر ہوں خواہ مشرک آخرکار دوزخ سے نکالے جائینگے۔ لیکن

کیا دوزخ کا وجود بھی مفقود ہو جائے گا؟

جواب:۔ دوزخیوں کے نکالے جانیکے بعد یقیناً دوزخ کا وجود بھی مفقود ہو جائیگا اور جہنم بالکل فنا ہوگا۔ اسکے مندرجہ ذیل ثبوت ہیں:۔

اوّل یہ کہ جہنم کی آگ محض کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ۔ (آل عمران ع ۱۴)۔ إِنَّ اللّٰهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا۔ (النساء ع ۱۵)۔ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ (بقرۃ ع ۳) پس جب کافر کا وجود ہی نہ رہیگا تو دوزخ کا موجود رہنا کس غرض کے لئے ہوگا۔ چوں مہمان رفت سامانِ خانہ ہم برخاست

دوم دوزخ کا حقیقی ایندھن تو انسان ہوگا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔ (بقرۃ ع ۳)۔ قُوْا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (التحریم ع ۱)

پس جس وقت ایندھن ہضم یقیناً آگ بھی ختم ؛

سوم آگ جہنم کی صورت و حقیقت وہ نہیں ہے جو کہ دنیاوی آگ کی ہے۔ اور نہ وہ اسی طرح جلاتی ہے جیسا کہ اس دنیا کی آگ جلایا کرتی ہے۔ بلکہ وہاں کی آگ کی حالت وہ ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔ نَارُ اللّٰهِ الْمُوقَدَةُ۔ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ۔ (ھمزۃ ع ۱)۔ یعنی وہ اللہ کی بھڑکتی ہوئی آگ دلوں پر چھا جائیگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہنم کی آگ دلوں کو جلایا کرتی ہے اور دل بھی ایسے جو کہ کبر و نخوت یا کفر و شرک سے لبریز ہوں۔ پس جب کفاروں اور مشرکوں کے دل کفر و شرک کے تیل سے پاک ہو کر ایمان اور یقین کے آب زلال سے بھر جائینگے۔ تو جہنم کی آگ کہاں ٹھیریگی اور کس چیز کو جلائیگی غرض جس وقت ناپاک دلوں کا وجود عنقا ہو جائیگا تو جہنم کی آگ کو بھی فنا آ جائیگا ؛

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى أَشْرَفِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ وَعَلٰى عَبْدِهِ أَحْمَدَ الْمَسِيحِ الْمَوْعُودِ۔

والسّلام طالب الدعاء خاکسار ابو بکر ایوب "مولوی فاضل" حال مقیم میدان سماٹرا

وصایا

۴۸۴۶ منکہ اللہ بخش ولد محکم دین قوم موچی پیشہ مزدوری عمر ۶۰ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۳ء ساکن قادیان ضلع گورداسپور۔ بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۳۷-۳-۸ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری آمدنی آٹھ روپے ماہوار ہے۔ جسکے ۱/۱۰ حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ وصیت کرتا ہوں۔ اسکے سوا میرے پاس کوئی جائیداد نہیں اپنی آمدنی کا ۱/۱۰ حصہ ماہوار ادا کرتا رہونگا۔ اگر میرے مرنے کے بعد کوئی جائیداد ثابت ہو تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی صدر انجمن احمدیہ مالک ہوگی ؛

گواہ شد	العبد	گواہ شد
ماسٹر مولا بخش مدرسہ احمدیہ	اللہ بخش نشان انگوٹھا	رحمت اللہ مدرس سیکھواں بقلم خود

۸۵۲ منکہ بسم اللہ زوجہ عبداللہ خان قوم راجپوت پیشہ زراعت عمر ۲۵ سال پیدائشی احمدی ساکن کریام ضلع جالندھر بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۶/ ۳/ ۳۷ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد اسوقت حسب ذیل ہے۔ زیورات طلائی مہر مبلغ ۵۰۰ روپے کانٹے قیمتی ۱۰۰ روپے کلپ قیمتی مبلغ ۳۰ روپے چونپکلی دو عدد ۱۰۰ روپے ٹکے قیمتی ۵۰ روپے نام قیمتی ۳۰ پھولوں کی جوڑی قیمتی ۲۵ زیور نقرئی پازیب پٹڑیاں چنہار۔ الوکھے کل قیمتی مبلغ ۷۰ روپے کل جائیداد مبلغ ۹۰۵ روپے ہے میں اسکے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز یہ بھی اقرار کرتی ہوں کہ اگر بوقت وفات اسکے علاوہ میری کوئی اور جائیداد ثابت ہو۔ تو اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان دارالامان ہوگی۔ جو رقم میں زندگی میں ادا کردوں وہ منہا ہو جائیگی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ العبد بسم اللہ بیگم نشان انگوٹھا۔ گواہ شد مہر خان خسر موصیہ۔ گواہ شد حاجی غلام احمد از کریام

۸۵۳ منکہ الفت زوجہ عبدالغنی قوم راجپوت پیشہ زراعت عمر ۲۲ سال پیدائشی احمدی ساکن کریام ضلع جالندھر بقائمی ہوش وحواس بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۶/ ۳/ ۳۷ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میری جائیداد اسوقت حسب ذیل ہے مہر مبلغ ۴۰۰ روپے جو اسوقت میرے خاوند کے ذمہ ہے۔ زیورات طلائی پھول قیمتی مبلغ ۳۰ روپے۔ زیورات نقرئی پازیب قیمتی مبلغ ۳۰ روپے پٹڑیاں قیمتی مبلغ ۱۵ روپے ناگا قیمتی مبلغ ۱۰ روپے بند قیمتی ۶ روپے کل مبلغ ۴۹۳ روپے ہے۔ میں اسکے دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز یہ بھی اقرار کرتی ہوں کہ اگر بوقت وفات اسکے علاوہ میری کوئی اور جائیداد ثابت ہو۔ اسکے بھی ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ جو رقم میں زندگی میں ادا کردوں وہ منہا ہو جائیگی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔ العبد الفت نشان انگوٹھا۔ گواہ شد عبدالغنی بقلم خود خاوند موصیہ از کریام۔ گواہ شد حاجی غلام احمد از کریام

۸۵۰ منکہ عالم بی بی زوجہ چوہدری فضل احمد ساکن کڑانی تحصیل کھاریاں ضلع گجرات تاریخ بیعت دسمبر ۱۹۳۶ء بقائمی ہوش وحواس بقلم خود بلاجبر واکراہ آج بتاریخ ۱۵/ ۳/ ۳۷ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں۔ میرے مرنے کے وقت جسقدر میری جائیداد ہو اسکے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی جائیداد یا کوئی رقم خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کر کے رسید حاصل کر لوں تو اسقدر قیمت یا ایسی جائیداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کر دیجائیگی۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے۔ زیور طلائی اندازاً ۱/۲ ۱۳ تولہ قیمتی مطابق نرخ حال ۸۲-۴ (اسا ۱/۱۰ ۶) نیز زیور نقرئی اندازاً وزنی ۸۰ تولے قیمتی مطابق نرخ حال ۹۵/۱۴ علاوہ ازیں میرا ایک زیور طلائی قیمتی ۲۰۰ روپیہ شوہر مرحوم نے بیچکر اپنے مصرف میں لایا ہوا ہے۔ اور میرا حق مہر جو دراصل بعرف عام کے مطابق صرف پندرہ یا سولہ روپے تھا اور جسکو شوہر مرحوم نے بڑھا کر اب ۱۶۰ روپے منظور کیا ہے۔ یعنی کُل ۳۶۰ نقد شوہر مرحوم سے واجب الوصول ہیں جنکی نسبت ان کا اقرار ہے کہ تحریک جدید سہ سالہ کی امانت فنڈ میں جو رقم جمع ہو رہی ہے اسی سے ادا کر دینگے پس کُل اندازہ میری جائیداد کا ۹۳۸-۸-۰ ہے جسکے دسویں حصہ یعنی ۹۳-۱۳-۹ کی نسبت صدر انجمن احمدیہ قادیان میں ادا کرنیکی وصیت کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے قبول فرمائے۔ العبد عالم بی بی بقلم خود۔ گواہ شد فضل احمد اے۔ ڈی۔ آئی سکولز خاوند موصیہ کیمل پور
گواہ شد محمد نواز خان احمدی انسپکٹر کواپریٹو سوسائیٹیز کیملپور۔ گواہ شد میاں جان محمد امیر جماعت کیملپور

(باقی وصایا دیکھو ٹائیٹل کے اندر کے صفحہ پر)

ریویو آف ریلیجنز اردو۔ قادیان دارالامان۔ مورخہ ۵۔ ستمبر سنہ ۱۹۳۷ء رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۱۷۹

ڈابر ڈاکٹر ایس کے برمن، لمیٹڈ

صیغہ نمبر ۱۱۷ — پوسٹ بکس نمبر ۵۵۴ کلکتہ

پچاس برس سے زیادہ کا مشہور و لاثانی دیسی پیٹنٹ دواؤں کا وسیع ہندوستانی کارخانہ

STAR (REGD) اسٹار ٹریڈ مارک

ملیریا کا حملہ شروع ہو گیا

جوڑی تاپ

Regd

دوا کھانے سے پہلے

(تپ و لرزہ اور طحال کی دوا)

ملیریا اور باری کے بخار کیلئے یہ اکسیر ہے تین چار خوراک پیتے ہی ملیریا کے کیڑے مر کر بخار کا آنا بند ہو جاتا ہے۔ اسکے استعمال سے خون گاڑھا اور اجابت خلاصہ ہوتی ہے ملیریا کیلئے اسکے مقابلہ میں کوئی دوسری مفید نہیں۔

نقلی دوا سے ہوشیار

ڈابر بھاسکر لون چورن

Regd

(ہاضم اور بھوک بڑھانیوالا)

یہ باترکیب تیار ہوا ہے۔ اس کے استعمال سے بادِ گولہ بدہضمی اور بھوک کی کمی وغیرہ عوارض جاتے رہتے ہیں روزانہ استعمال سے کسی مرض میں مبتلا ہونے کا احتمال نہیں رہتا۔ یہ کھانے میں خوش ذائقہ ہے۔

دوا کھانے کے بعد

نوٹ ہر جگہ ہمارے ایجنٹوں کے ہاں اور دواخانوں میں ملتی ہے دوا خریدتے وقت اسٹار ٹریڈ مارک اور ڈابر نام ضرور دیکھ لیا کریں۔

پنجاب کے خاص خاص شہروں میں سول ایجنٹوں کی ضرورت ہے۔

(اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپکر قادیان سے مالکان کے لئے شائع کیا)